اقسام ملازمت

یہ مضمون اُس مضمون کا دوسرا حصہ ہی جو بعنوان "کفار کی نوکری" اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ مین درج ہو چکا ہے اور اس مین یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نوکری مین نوکر رکھنے والے کے کفر یا اسلام کا کوئی دخل نہین ہے۔ نوکری کے جواز و عدم جواز کا مناط و مدار اُس کام کا (جس کے متعلق نوکری ہو) اچھا یا بُرا ہونا ہے لہذا جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اسمین انکو نوکری بہی (مسلمان کی ہو خواہ غیر مسلمان کی) جائز ہے اور جو کام بُرا ہے اس مین انکو کسی کی (مسلمان ہو خواہ غیر) نوکری جائز نہین ہے۔

اس مضمون مین اس اجمال کی تفصیل اور جائز و ناجائز اقسام ملازمت کی تمثیل با دلیل پیش نظر ہے جسپر باعث مسلمانون کی موجودہ حالت کی اصلاح اور دین و دنیا مین ان کی فلاح کا خیال ہے۔

مسلمانون مین عموماً دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہین ایک وہ جو احکام شرعی کے پابند نہین ہین۔ اور ان کا مسلمان کہلانا صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ مسلمانون کے گہر پیدا ہوئے اور کلمہ الاسلام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑہتے ہین۔ بعض ان مین ایسے بہی ہین جو بعض احکام و شعائر اسلام کے مطابق عمل بہی کرتے ہین کبہی کبہی نماز پڑہ لیتے ہین۔ کچہ خیرات بہی کرتے ہین غیر معتاد ممنوعات (مردار۔ خنزیر۔ نجاسات) سے پرہیز رکہتے ہین مگر نہ بطور اصلی پیروی مذہب بلکہ صرف بحسب عادت و تقاضہ عرف۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شراب پی لیتے ہین۔ اور اگر اسی شراب کے برتن مین پیشاب کا چہینٹا پڑ جاوے تو اوسکو دہو لینا مذہبی فرض سمجہتے ہین۔ حالانکہ مذہب کے روسے شراب اور پیشاب مین فرق نہین ہے

وہ مردار نہین کہاتے مگر بیگانہ مال یا رشوت سے نہین بچتے - حالانکہ رشوت اور مال غیر کا ناحق کہانا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ مردار کہانا -

وہ عید کی نماز پڑہ لیتے ہین - غیر معین خیرات کرتے ہین مگر پنجگانہ نماز نہین پڑہتے اور نہ زکوۃ معین ادا کرتے ہین حالانکہ نماز عید اور خیرات غیر معین نفل ہے اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ معین فرض - وہ علانیہ زنا کرتے ہین - اور زانیون سے کچہ پرہیز نہین کرتے مگر کوئی منکوحہ عورت کو مشتبہ (جیسے جورو کو ماں بہن# کہدینا) یا اختلافی لفظ (جیسے ایک وقت مین تین# طلاق کہدینا) کہکر گہر مین لیے تو اسکا حقہ پانی بند کر دیتے ہین حالانکہ زنا قطعی حرام ہے اور مشتبہ یا اختلافی لفظ سے عورت مطلقاً اور اتفاقاً حرام نہین ہوتی -

قسم دوم وہ لوگ ہین جو احکام اسلام کے پابند ہین مسائل و احکام اسلام کا ذاتی علم رکہتے ہون خواہ اس مین دوسرے اہل علم کا اتباع کرتے ہون وہ رشوت وغیرہ ناجائز وسائل سے لوگون کا مال کام مین لانا ایسا ہی حرام سمجہتے ہین جیسے مردار یا خنزیر کہانا - وہ جہوٹ بولنے کو ویسا ہی برا سمجہتے ہین جیسے زنا کرنے کو **الغرض** دیدہ و دانستہ احکام شریعت کا خلاف نہین کرتے - اور اگر احیاناً ان سے خلاف ہوجاے تو اوس پر مصر نہین رہتے

ہماری اس زمانہ مین اور اس سے پیشتر ایک مدت دراز سے ہماری قوم مین دنیاوی عزت و

اس لفظ مین یہ اشتباہ ہے کہ اس لفظ سے کچہ معلوم نہین ہوتا کہ بولنے والے کی نیت اس سے طلاق ہے یا قسم یا ظہار - یا کچہ بہی نہین - لہذا اس پر کوئی حکم طلاق یا قسم یا ظہار کا نہین لگایا جا سکتا جبتک کہ قائل کی نیت معلوم نہ ہو

یہی طلاق کہ تین ہو یا نہین اختلافی ہے جو رسالہ نمبر ( ) مین بصفحہ ( ) منقول ہے - ہو بنا بر علیہ جس عورت کو ایک وقت مین تین طلاقین دیجاوین اسکا بلا نکاح جدید گہر مین بسانا بالاتفاق حرام نہین -

دولت غالبا اور بیشتر* ان ہی لوگون کو حاصل ہے جو **قسم اول** سے ہین وہ ہر ایک ذریعہ سے جائز ہو خواہ ناجائز (شراب فروشی - زناکاری - رشوت ستانی - ظلم و تعدی -) دنیا کماتے ہین - اور اپنا اور اپنے متعلقین غرض کا پیٹ پالتے ہین - انکی ثروت و عزت اہل اسلام کی قومی عزت و شوکت کا موجب نہین ہو سکتی - ان سے قوم کے ان افراد کو جن سے انکی غرض متعلق نہ ہو کچہ فائدہ نہین پہنچتا اور ان کی ذاتی عزت و ثروت قوم کی عزت متصور نہین ہو سکتی - یہ تب ہوتی جبکہ ان مین مذہب کی پابندی ہوتی کیونکہ مذہب بہی قومیت کا ایک جزو اعظم ہے ایک مسلمان دنیاوی ترقی پاکر **عیسائی** ہو گیا تو اس نے قوم عیسائی کا ایک ممبر بڑہا دیا مسلمان قوم کا اسکی ترقی سے کچہ نہ بڑہا ایسا ہی اس فاسق کو سمجہو جس نے دنیاوی ترقی پاکر زناکاری - شراب خواری کو اپنا شبانروزی فرض و دستور العمل بنالیا -

اور **قسم دوم** کے مسلمان انکی ترقی سے مسلمانون کی قومی ترقی متصور ہو اور انکی تباہی سے تباہی) غالباً اور بیشتر تباہی و تنزل مین ہین - اور یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً تنزل و تباہ ہوتے جاتے ہین - نہ ان کے ہاتہ مین مال ہے کہ وہ اس سے تجارت کرین دہات و اراضی کے مالک ہو جائین - حرفت و صناعت مین کمال پیدا کرین - اور ان وسائل سے وہ صاحب ثروت و شوکت ہون - انکی مذہبی ترقی و ثروت کا عام ذریعہ اسوقت اور موجودہ حالت مین صرف ملازمت ہے جس سے انکی ثروت ممکن ہے اور اسکے ذریعہ سے سلطنت مین انکی شرکت متوقع ہے سو غالبا غیر مذہب قوم (عیسائی) کے ہاتہ مین ہے اور انکی نوکری کی نسبت انکا عام خیال یہ ہے کہ وہ بہرحال ناجائز ہے اور اسمین مذہب اسلام کی پابندی (جو انکا اصلی مقصد اور اعلے فرض ہے) فوت ہوتی ہے اسی خیال سے

* ان الفاظ مین یہ اشارہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین اور اس سے بیشتر مسلمانون مین اہل عزت و ثروت ایسے لوگ بھی ہین اور ہو چکے ہین جو قسم ثانی سے ہین گو انکی تعداد بہت کم ہے -

وہ اکثر سرکاری نوکری نہین کرتے اور نہ ان علوم و وسائل کیطرف متوجہ ہوتے ہین جو سرکاری نوکری مین کار آمد ہین۔

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تمام صوبجات مین سرکاری ملازمون مین مسلمانون کی تعداد بہت کم ہے (چنانچہ ایک صوبہ بنگال کا حال اشاعۃ السنۃ **نمبر ۴ جلد ۹** مین مذکور ہوچکا ہے) اور انکی اسی قلت و حالت ذلت کی نظر سے ہز ایکسیلنسی لارڈ ڈفرن کی فیاض گورنمنٹ نے اس مضمون کا رزولیوشن **نافذ** فرمایا ہے کہ ان صوبون مین جہان مسلمانون کو سرکاری ملازمت کا واجبی حصہ نہین ملتا لوکل گورنمنٹین اور عدالت ہای کورٹ حسب موقع اس ناہمواری تعداد کو برابر کرنے کی کوشش کرینگی۔ اور اپنے **ماتحت افسرون** کو تاکید کرین گے کہ جب وہ عہدہ ہاے مذکورہ بالا کے لیئے امیدوار منتخب کرین تو اس امر کا ضرور خیال رکہین کہ گورنمنٹ کے ماتحت افسرون مین مسلمان کتنے مقرر ہین۔

اور اس **رزولیوشن** کی تعمیل کیطرف لوکل گورنمنٹین (گورنمنٹ بنگال۔ گورنمنٹ پنجاب وغیرہ) بہی سرگرمی کے ساتہہ متوجہ ہین اور سرکاری ملازمت مین مسلمانون کو واجبی حصہ دینے کے لیے مستعد۔

اسپر بہی مسلمانون کا حال **ابتک** اس شعر کا محل صدق و مقال ہے ؎

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اس قسم دوم کے لوگون مین اول تو سرکاری ملازمت کی لیاقت کے اشخاص نہایت ہی کم ملتے ہین اور اگر کسی ناکافی استعداد کے ہین تو ان مین بہت سے اس نوکری سے ڈرتے اور اسکو بہر صورت گناہ خیال کرتے ہین۔ و لہذا گورنمنٹ کی اس فیاضانہ و مربیانہ پالیسی سے وہ بہت ہی کم نفع اٹہاتے ہین۔

جس سے نہ صرف انکی دنیاوی حالت کو تنزل ہوتا ہے بلکہ انکا دین و مذہب بہی تنزل ہوتا

جاتا ہے - کیونکہ دین و دنیا بیر خدا وند قیوم عالم نے روز ازل سے ایسا تعلق قائم کر رکھا ہے جسکی اقتضا سے دین کا قیام و استحکام اسباب و وسائل دنیوی کے بغیر ناممکن نظر آتا ہے - اس امر کو ہم پہلے بھی کئی مضامین کے ضمن مین مدلل کر چکے ہین - اور آئندہ بضمن مضمون "دنیا" اوسکو اور بھی مدلل کرینگے -

اس قسم دوم اہل اسلام کی اس حالت زار نے خاکسار کو وقتاً فوقتاً ایسے مضامین کی (جو دنیاوی ترقی کیطرف انکو توجہ دلائین) تحریر پر آمادہ کیا ہے - انہی مضامین سے یہ مضمون ملازمت ہے جسکا اجمالی بیان پہلے ۱۹۰۲ء مین بضمن نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ ہوا ہے - اور تفصیلی بیان آج اس پرچہ مین ہوتا ہے - اور اس مین وہ وعدہ پورا کیا جاتا ہے جو پہلے نمبر ۱۲ جلد ۵ مین اور پھر نمبر ۴ جلد ۹ مین کیا گیا تھا

ارباب خبرت وفطانت پر مخفی نہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی ملازمت (بعض[*] اسلامی سلطنتون کی مثل) تین قسم ہے

قسم اول وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام و اہتمام سے تعلق ہو جس کا شرع سے جواز یا استحسان ثابت ہے -

جواز کی مثال خاص شخص یا ملکی ضرورتون کے لیے **مکان** وغیرہ **عمارات** بنوانا یا **اراضی** وغیرہ مباحات کا محاصل وصول کرنا - **جائز** خوردنی و نوشیدنی

[*] جیسے سلطنت روم ہے جس مین اکثر مقدمات دیوانی و فوجداری مین شریعت کا اتباع نہین کیا جاتا یوروپین سلطنتون کی مثل اور قوانین پر عمل ہوتا ہے - نہ وہان چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے نہ زنا کی حد شرعی جاری ہے - وعلی ہذا القیاس - اور طرفہ یہ کہ عین مکہ مکرمہ مین جو دین کا مرکز و مخرج ہے حدود شرعی جاری نہین ہین - اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ جو مشکلات و شبہات بعض اقسام ملازمت سرکاری مین موجود ہین وہ اسلامی سلطنتون کے بعض اقسام ملازمت مین بھی موجود ہین اور اس مضمون مین ان دونو کے شبہات و مشکلات کا حل پیش نظر ہے

یا پوشیدنی اشیا رکا خرید فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس استحسان کے مثال رفاہ عامہ خلائق کے لیے سرائین مسافرخانی اور سڑکین بنوانا نہرین تیار کرانا چورون ڈاکوؤن سے لوگون کی حفاظت کرنا وعلی ہذا القیاس -

قسم دوم وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام سے تعلق ہو جن سے شرع بالکل ساکت ہے نہ شرع سے ان امور کا جواز یا استحسان ثابت ہے نہ مخالفت کا حکم وارد - نہ ان امور کی نسبت شرع نے کچھ احکام وقوانین مقرر کیے ہین - ان امور کی تمثیلات بہت سی ملکی وعلمی ایجادات ہین جیسے نقشہ بنانا پیمایش کرنا - وعلی ہذا القیاس

قسم سوم کی دو نوع ہین نوع اول وہ ملازمت جس مین ایسے احکام کو نافذ کرنا پایا جاتا ہے جن کو شرع نے صاف ممنوع قرار دیا ہے - جیسے شراب بیچنا یا بکوانا اور اسپر محصول لگانا - اور سود دینا یا دلانا وعلی ہذا القیاس نوع دوم وہ ملازمت جسمین ایسے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے جنکو شرع نے صریح ممنوع قرار نہین دیا مگر انکی جگہہ اور احکام اپنے طرف سے مقرر کیے ہین جیسے چوری و زنا کی سزا مین قید کا حکم - یا تین سال سے زاید المیعاد وثیقہ جی کو ناقابل سماعت اور دیگر خارج کرنا وغیرہ جو ڈیشل احکام متعلق دیوانی و فوجداری جنکی جگہہ شرع مین اور احکام مقرر ہین جو احکام انگریزی سے متفاوت و مغایر ہین مثلاً چوری کی سزا مین ہاتھ کاٹنا - اور زنا کی سزا مین رجم کرنا یا سو دُرہ

جو لوگ اسلامی ملازمتون کو بے تکلف جائز سمجھکر اختیار کرلیتے ہین صرف انگریزی ملازمت پر معترض اور اس سے محترز رہین وہ دوہرے مین پڑے ہوے ہین وہ لوگ ہمارے اس مضمون کو پڑہکر بہی اسقسم کی انگریزی نوکری کو جائز نہ سمجھین تو اسی قسم کی اسلامی نوکری سے ان شبہات ومشکلات کو جو ہم نے بیان کیے ہین اور دلائل سے اٹھاکر اسکا جواز ثابت کرین -

نمبر سوم جلد دہم

لگانا وعلی ہذا القیاس۔ ان اقسام سے قسم اول کا جواز و استحسان تو ہمارے مضمون "کفار کی نوکری" میں بضمن رسالہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ میں ایسا مدلل و مفصل ہو چکا ہے کہ اس میں کسی کو مقال کی مجال نہیں ہے جسقدر شبہات اس کے جواز میں پائے جاتے ہیں انکے جوابات اور جو اس باب میں علماء سلف کے اختلافات ہیں وہ سب اس مضمون میں تفصیل موجود ہیں۔ تکرار اشاعۃ السنۃ کی عادت نہیں لہذا ہم اس تفصیل کا اعادہ نہیں کر سکتے۔ ہاں تشویق و ترغیب ناظرین کے لیے اس تفصیل کے اجمال اور بعض بادلیل **تمثیلات** کے ذکر سے رک نہیں سکتے۔

اس مضمون میں مستحسن نوکری کی تمثیل بادلیل حضرت **یوسف** علیہ السلام کا شاہ مصر کی (جو اسوقت کافر تھا) حفاظت غلہ پر ملازمت کرنا مذکور ہے (جو سورۂ یوسف میں موجود ہے) اور اسکی تائید میں عبارت **تفسیر کبیر** (جس میں اس قصہ سے ملازمت کفار کا جواز نکالا ہے) اور عبارت **تفسیر فتح البیان** (جس میں اس قسم کی ملازمت کے وجوب پر تصریح ہے) منقول ہے۔ جائز نوکری کی ایک تمثیل بادلیل حضرت **خباب** صحابی کا **عاصی بن وائل** کے لیے تلوار بنانا اس میں مذکور ہے (جو **صحیح بخاری** سے نقل کیا ہے اور اسکی تائید میں حافظ **ابن حجر عسقلانی** اور **قسطلانی** کا کلام پیش کیا ہے) **اس** کے بعد بعض علما کی اس تاویل کا کہ "شاید یہ جواز ملازمت ضرورت کی حالت سے مخصوص ہو" جواب دیا ہے پھر اس شبہ کا کہ "کفار کی نوکری میں ان کی تعظیم پائی جاتی ہے جو جائز نہیں" مستند **جواب دیا** ہے اور اٹھارہ **دلائل** کتاب و سنت سے اسکا **خلاف** ثابت کیا ہے اس کے بعد احسان کافر کے شکر کا وجوب اور اسکی خوبی کے اظہار کا جواز ثابت کر کے **مہلب** کے اس قول کا کہ "کافر کا ایسا کام نہ کرے جس سے بالآخر مسلمانوں کا ضرر نکلے" اور **ابن المنیر** کے اس قول کا کہ "کافر کی جگہہ پر جا کر اور

ذلت اٹھاکر ان کا کام نہ کرے" جوابدیا ہے اور اسکے بعد احسان کفار کا شکریہ و اکرام
اور اقوام غیر کا اکرام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے ۔
جائز نوکری کی دوسری مثال حضرت علی کا یہودیون کے درختون کو پانی دینا
سنن ابن ماجہ سے اسمین نقل کیا ہے ۔ اور اسکی تایید مین حافظ ابن حجر
عسقلانی اور قاضی شوکانی کے اقوال کو پیش کیا ہے جس سے ملازمت کفار
کا انکے گھرون پر جاکر کیون نہ ہو) جواز ثابت ہوتا ہے ۔

قسم دوم کا جواز بھی اسی مضمون اور اس کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ
جن امور کی حکم سے شرع ساکت ہو وہ مباح الاصل ہین ۔ اور شرع نے بھی ان کو
مباح قرار دیا ہے ۔ اس مسئلہ کی تفصیل اشاعۃ السنۃ جلد اول کے نمبر (۷) مین
موجود ہے جسکا اجمال یہ ہے کہ باتفاق اہل حق (اشاعرہ وماتریدیہ) ورود حکم شرع
سے پہلے کسی پیغمبر
کی نسبت کوئی
حکم وجوب یا حرمت
عقل سے ثابت
نہین ہوسکتا اور
اصل ان اشیاء
مین جن سے شرع
ساکت ہے اباحت
وعافیت ہے جیسے
آیات منقولہ حاشیہ
(جن کو امام شوکانی

قال اللہ تعالی وھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا وقال
اللہ تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وقال اللہ تعالی رسلا
مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس حجۃ بعد الرسل ۔ قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوھا
وحرم حرمات فلا تنتھکوھا وحد حدودا فلا تعتدوھا وسکت
عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا (رواہ الدارقطنی)
عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال کان اھل الجاھلیہ
یاکلون [illegible] [illegible] کون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ صلی اللہ
علیہ وسلم فانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فھو
حلال وما حرم فھو حرام وما سکت فھو عفو وتلا قل لا اجد فیما
اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الآیۃ (ابوداؤد)

جیسے قاضی بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اباحت اصلیہ کو ثابت کیا ہے اور احادیث
و آثار سلف منقولہ حاشیہ جن سے امام نووی و شیخ محی الدین ابن عربی
وغیرہ نے اباحت و خلافت اصلیہ کا استنباط کیا ہے شاہد ہیں۔
قسم ثالث موضوع بحث ہے اور اس مقام میں اسی قسم کو بحث کرنا ہے بلحاظ اسی قسم کی نسبت
اور دوسری خیال اہل اسلام تو یہی ہے کہ وہ مطلقا (بہر دو انواع) ناجائز ہے۔ کیونکہ
اس میں احکام شرع کے برخلاف احکام جاری کرنا پایا جاتا ہے۔ جس کو آیات
منقولہ ذیل نے کفر و ظلم و فسق قرار دیا ہے۔
(۱) سورہ نساء میں ارشاد ہے تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوے تو یہ کرتے ہیں

الم تر الی الذین یزعمون انہم امنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلہم ضلالا بعیدا + + + فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما (نساء ع ۹)	کہ ہم نے اسکو مان لیا جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے اترا۔ اور پھر اپنے مقدمات کو فیصلہ کے لیے سرکشوں کی طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو حکم یہ ہے کہ وہ ان سے منکر ہوں۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ انکو دور بہکا دے + + + خدا کی قسم وہ کبھی مومن نہ ہوں گے یہانتک کہ تجھے اپنا حاکم بناویں ان مقدمات میں جنمیں آپس میں جھگڑیں پھر

پھر تیرے فیصلہ سے دل میں تنگی نہ لاویں اور ظاہرا بھی مان لیں۔
اور سورہ مائدہ میں ارشاد ہے جو خدا کے اتارے حکم پر فیصلہ نہ کرے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون ... ومن لم یحکم بما انزل اللہ	وہ خدا کا منکر ہے۔ دوسری آیۃ میں اس کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ ظالم ہیں

فاولٰئک ھم الظٰلمون ۔ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ھم الفسقون (مائدہ ع ۷)	ظلم کرتا ہے تیسری آیۃ مین فرمایا ہے وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت سے خارج ہے ۔

مگر غور و تدبر و فکر و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسم ثالث مطلقاً (بہر دو نوع) ناجائز نہین بلکہ اس قسم سے نوع اوّل ناجائز ہے کیونکہ اس مین احکام شرعیہ کے صریح مخالف احکام کو نافذ کرنا پڑتا ہے ۔ جس کی ممانعت نہ آیات منقولہ بالا سے ثابت ہوتی ہے (جیسا کہ عام اور سرسری خیال ہے) بلکہ آیات و احادیث متضمنہ ان احکام سے جن کا خلاف اس نوع ملازمت مین کیا جاتا ہے (مثلاً آیات حرمت خمر و سود و احادیث ممانعت بیع خمر و کتابت معاملہ سود و امثال ذلک) اور بجا و دیگر ان اور بہت آیات و احادیث جن مین مخالفت حکم خدا و رسول پر وعید وارد ہے اس نوع ملازمت کی ممانعت پر دلائل قاطعہ ہین جیسے آیۃ من یّشاقق الرسول در آیۃ ومن یّعص اللہ ورسولہ ۔ وامثال ذلک جنہین مخالفت و معصیت خدا اور رسول پر وعید وارد ہے

آیات منقولہ بالا کو اس نوع ملازمت کی ممانعت کا ثابت ہونا اسلیے تسلیم نہین کیا گیا کہ ان آیات مین جو وعید وارد ہے وہ بشہادت اصول اتفاقیہ اسلامیہ صرف مخالفت احکام شریعت کی وعید نہین ہوسکتی ۔ بلکہ اس مخالفت کے ساتھ احکام شرعیہ سے انکار اور ان کے نامناسب ہونیکا اعتقاد یا اقرار اور ان احکام کی مخالف احکام کو استحسان و استصواب بہی استحقاق اس وعید کیلیے شرط ہے ۔

پہلی آیۃ کی وعید کا منکر کے حق مین ہونا تو نص قرآن سے ثابت ہے اس آیۃ

واذا قیل لھم تعالوا الیٰ ما انزل اللہ و الی الرسول رأیت المنٰفقین یصدون	کی متصل آیۃ مین فرمایا ہے جب ان کو کہا جاتا ہے خدا کے اتارے ہوئے

عنک صدود ا (سلد عہ ۹) حکم اور رسول کیطرف آؤ تو منافقون کو تو مونہہ پہیرتے ہوے دیکہے گا۔

تفسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہر کہ یہودیون مین کبہی مسلمان ہوگیے۔ اور کبہی منافقن

کان الناس من الیہود اسلموا ونافق بعضهم و کانت قریظة والنضیر فی الجاهلیة اذا قتل رجل من بنی قریظة رجلا من بنی نضیر قتل بہ او اخذ دیة مائة وسق تمر واذا قتل رجل من النضیر رجلا من قریظة لم یقتل بہ و اعطی دیة ستین وسقا وکانت النضیر وهم حلفاء الاوس اشرف واکثر من قریظة وهم حلفاء الخزرج فلما جاء الله بالاسلام وهاجر النبی صلی الله علیه وسلم الی المدینة قتل رجل من النضیر رجلا من قریظة فاختصموا فی ذلک فقالت بنو النضیر کنا وانتم قد اصطلحنا علی ان نقتل منکم ولا تقتلون منا ودیتکم ستون وسقا ودیتنا مائة وسق* ونحن نعطیکم ذلک فقالت الخزرج هذا شیء کنتم فعلتموه فی الجاهلیة لکثرتکم وقلتنا فقهرتمونا ونحن وانتم الیوم اخوة دیننا ودینکم واحد فلا فضل لکم علینا فقال المنافقون منهم انطلقوا الی ابی برزة الکاهن الاسلمی وقال المسلمون من الفریقین لا بل الی النبی صلی الله علیه وسلم

رہے قریظہ اور بنی نضیر (یہودیون) مین زمانہ جاہلیت مین مقرر تہا کہ جب کوئی بنی قریظہ کا بنی نضیر مین سے کسی کو مارے تو وہ قتل کیا جائے یا ایک سو وسق کہجورین وارثان مقتول خون بہا لین۔ اور اگر کوئی بنی نضیر کا بنی قریظہ مین سے کسیکو مارے تو وہ مارا نجائے صرف ساٹہہ وسق کہجورین خون بہا دلایا جائے۔ یہ اسلیے مقرر ہوا تہا کہ بنی نضیر (یہودی) جو اوس (انصاریون) کے دوست تہے بنی قریظہ (یہودیون) سے جو خزرج (انصاریون) کے دوست تہے بہتر اور عدد مین بڑہکر تہے انکی کثرت اور شرافت کا خیال اس نا انصافی کا موجب تہا۔ پہر جب مدینہ مین اسلام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

* وسق ساٹہہ صاع کا پیمانہ ہے۔ صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا۔

[illegible]

... تطلقوا الى ابی برزة الکاهن
... فقال اعظموا اللقمة يعنى الخطر فقالوا
لك عشرة اوسق قال لا بل مائة وسق ديتى
فابوا ان يعطوه فوق عشرة اوسق وابى ان
يحكم بينهم فانزل الله اية القصاص وهذه
الاية الم تر الى الذين يزعمون انهم امنوا بما
انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون
ان يتحاكموا الى الطاغوت يعنى الى برزة
الكاهن او كعب بن الاشرف (معالم التنزيل ص [illegible])

پھر جھگڑا ان میں ایک ... بنی نضیر کے
ایک ... قریظی کو مار ڈالا اور ... نہیں
ان کا جھگڑا ... بنی نضیر نے
کہا ... اتفاق ... ہو
چکا ہے کہ ہم میں سے کوئی تمہاری
مقتول کے بدلے مارا نہ جائے گا
... خون بہا دینا ہوگا - خزرج
نے جو بنی قریظہ کے دوست تھے
کہا کہ یہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جبکہ
ہمارے گروہ کی قلت تھی - اب ہم تم ایک ہیں اور تمہارا ہمارا دین ایک ... کو
کوئی فخر ... نہیں ہے ... منافقوں نے چاہا کہ اس امر کا ... [illegible]
... ان لوگوں نے کہا ... [illegible]
... انہوں نے اس سے انکار کیا تب یہ آیۃ اتری

... دوسری آیۃ کے مورد نزول ہونے ... [illegible]

کے حق میں ... [illegible]

... قال فلهم الذين ...
... الحرة فقال النبى ...
... ثم ارسل الماء
الى جارك فقال الانصارى يا رسول الله ان
كان ابن عمتك فتلون وجهه ثم قال
... ثم احبس الماء حتى يرجع الى
... اذا استوعى

[illegible] ... الانصاری
... الی عنہ
... پانی میں
[illegible]

النبی صلے اللہ علیہ وسلم للزبیر حقہ فی صریح الحکم حین احفظہ الانصاری کان اشار علیہما بامر لہما فیہ سعۃ قال الزبیر فما احسب ہذہ الآیات الا نزلت فی ذلک فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم الخ (بخاری صـ ۶۶)

رضی اللہ تعالی عنہ تنزل فرماکر بطور مصالحت اس آسان اور سہل تجویز پر فیصلہ کیا کہ زبیر بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کھیت کو پانی چھوڑ دے اور سپر انصاری ناخوش ہوا اور بولا کہ اس مین آنحضرت نے اپنی پھوپھی زاد بھائی کی رعایت کی ہے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا اور اصلی حکم سنایا اور یہہ فرمایا کہ زبیر اپنا کھیت مونڈیرون تک بھرلے تب انصاری کے کھیت کیطرف پانی چھوڑے اور اس آیت کا نزول ہوا۔

ایسا ہی عامہ تفاسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہے۔

ایسا ہی اخیری تین آیتون کے مورد نزول سے ثابت ہو کہ ان مین احکام الٰہی کے منکرون اور اپنی تجویزات کو احکام الٰہی قرار دینے والون کے حق مین وعید ہی نہ صرف مخالف حکمین۔

تفسیر کبیر۔ معالم التنزیل۔ فتح البیان۔ وغیرہ مین ہے کہ خدا کا یہ ارشاد

قال عکرمۃ۔ قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ الخ انما یتناول من انکر بقلبہ وجحد بلسانہ اما من عرف بقلبہ کونہ حکم اللہ واقر بلسانہ کونہ حکم اللہ الا انہ اتی بضدہ لا فہو حاکم بما انزل اللہ ولکنہ تارک لہ۔ فلا یلزم دخولہ تحت ہذہ الآیۃ (تفسیر کبیر صفحہ ۶۰۴ جلد ۳)

کہ جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے حکم کے موافق فیصلہ نہ کرین وہ کافر ہین وہ اسی کے حق مین ہے جو خدا کے حکم کا دل اور زبان سے منکر ہو۔ اور جو شخص خدا کے حکم کو دل سے مانے اور زبان سے اسکا مقر ہو صرف عمل مین اسکا خلاف کرے وہ اس وعید

مین داخل نہین"۔

احادیث صحیحہ مین ان آیات کا مورد نزول یہ بیان ہوا ہے کہ یہودی رجم وغیرہ حدود شرعیہ کی جگہہ اپنی تجویزی سزا اون کو جاری کرتے اور انکو حکم الٰہی قرار دیتے۔ صحیح بخاری مین حضرت ابن عمر سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظاہر ہوئے کہ ان مین سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تورات مین خدا کا حکم کیا پاتے ہو انہون نے کہا کہ رسوا کرنا (یعنی موہنہ کالا کرنا) یا مارنا پیٹنا۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو تورات مین زانیون کو سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے۔ توراۃ کھولی گئی تو ان مین سے ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتھ رکھدیا۔ اور اور اس کے آگے پیچھے سے پڑھنا شروع کیا حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا ہاتھ تو اٹھا۔ ہاتھ اٹھایا تو وہ حکم نکل آیا۔ پھر وہ بولے ہان یہ شخص سچ کہتا ہے۔ اس مین رجم کا حکم ہے۔

عن عبد الله بن عمر انه قال ان اليهود جاؤا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكروا له ان رجلا منهم وامراة زنيا فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم ما تجدون في التورٰة في شان الرجم فقالوا نفضحهم ويجلدون فقال عبد الله بن سلام كذبتم ان فيها الرجم فاتوا بالتوراة فنشروها فوضع احدهم يده على اية الرجم فقرا ما قبلها وما بعدها فقال عبد الله بن سلام ارفع يدك فرفع يده فاذا فيها اية الرجم قالوا صدق يا محمد فيها اية الرجم فامر بهما رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجما فرايت الرجل يحنا على المراة يقيها الحجارة (بخاری صفحہ ۱۰۱۱)

ابو داؤد مین براء بن عازب سے یہ حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عن البراء بن عازب قال مر علی رسول الله
صلی الله علیه وسلم بیهودی محمم مجلود فدعاهم
فقال هکذا تجدون حد الزانی قالوا
نعم فدعا رجلا من علمائهم قال له
نشدتك بالله الذی انزل التوراة علی
موسی هکذا تجدون حد الزانی فی
کتابکم فقال اللهم لا ولولا انك
نشدتنی بهذا لم اخبرك نجد حد
الزانی فی کتابنا الرجم ولکنه کثر فی اشرافنا
فکنا اذا اخذنا الرجل الشریف ترکناه
واذا اخذنا الضعیف اقمنا علیه الحد
فقلنا تعالوا فلنجتمع علی شیء نقیمه
علی الشریف والوضیع فاجتمعنا علی
التحمیم والجلد وترکنا الرجم فقال
رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم انی
اول من احیا امرك اذ اماتوه فامر به
فرجم فانزل الله تعالی یا ایها الرسول لا
یحزنك الذین یسارعون فی الکفر
الی قوله ان اوتیتم هذا فخذوه وان
لم توتوه فاحذروا الی قوله ومن لم یحکم
بما انزل الله فاولئك هم الکافرون

کے پاس ایک یہودی کو لائے جس کا
موںہہ کالا کیا ہوا تہا آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے پوچہا کہ کیا توراۃ مین
زنا کی یہی سزا ہے وہ بولے ہان آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم کو بلایا
اور اس سے قسم دیکر یہ سوال کیا۔ تو
اس نے کہا کہ یہ سزا نہین۔ اور کہا
کہ آپ مجہے قسم نہ دیتے تو مین یہ بات
نہ کہتا۔ ہماری کتاب مین زنا کی سزا
مین حکم تو رجم کا ہے مگر ہمارے
شریف لوگون مین زنا کی کثرت ہوگئی
پہر جب ہم کسی شریف کو زنا مین پکڑتے
اسپر حد رجم جاری نہ کرتے۔ اور جب
وضیع (کم رتبہ) کو پکڑتے تو اسپر حد
جاری کرتے۔ پہر ہمارے علماء نے
کہا کہ آؤ ایسی سزا مقرر کرین جسکو
شریف اور وضیع سب پر جاری کر سکین
تب یہ سزا مقرر ہوئی کہ موںہہ کالا کر دیا
کرین اور مار پیٹ کرین اور سزا رجم
بالکل ترک ہوئی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہا کہ الہی مین سب سے پہلی

فی الیہود الی قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون فی الیہود الی قولہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الفسقون قال وھی فی الکفار کلہا یعنی ہذہ الآیۃ۔
(ابوداؤد صفحہ ۲۵۴ جلد ۲)

تیرے حکم کو زندہ کرتا ہون جب اسکو یہودیون نے فوت کیا۔ اور اس شرائع کو جم کرنے کا حکم دیا۔ جسپر یہ آیات اتریں۔ کہ جو لوگ کفر مین دوڑتے ہین ان سے تجھے غم و خوف نکرنا چاہیے ؛ اور جو لوگ خدا کی اتاری حکمپر فیصلہ نہ کرین وہ ظالم ہین"

یہ سب آیتین انہی یہودیون کے حق مین ہین۔

ایسا ہی حضرت ابن عباس سے ابوداؤد مین مروی ہے کہ یہ آیات خاص

عن ابن عباس قال ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکفرون الی قولہ الفسقون ھؤلاء الآیات الثلث نزلت فی یہود خاصۃ فی قریظۃ والنضیر (ابوداؤد صفحہ ۱۴۷ ج ۲)

کر بنی قریظہ و بنی نضیر یہودیون کے حق مین نازل ہوئی ہین۔

ان اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے یہ مقصود نہین ہے کہ یہ آیات اپنے مورد نزول سے مخصوص ہین بلکہ ان سے مقصود ان معنی کا بیان ہے جن مین ان آیات کا عموم معتبر ہو سکتا ہے۔

وہ حضرات فرماتے ہین کہ خدا کے اتارے ہوئے حکمپر فیصلہ نہ کرنے کے معنے یہہ ہین کہ ان احکام کے مخالف احکام کو احکام الٰہی قرار دین۔ اور ان کو اصل احکام الٰہی کی نسبت دل سے اور زبان سے بہتر کہین (جو وقت نزول قرآن خاصکر یہودیون کا فعل تہا) ان معنے کر ساتہہ یہ آیات بیشک اپنے عموم پر ہین اور ہر شخص کو (جنمین یہ معنے پائے جاتے ہون) یہودی ہو خواہ مسلمان زمانہ سابق کا ہو یا زمانہ حال کا یہ آیات شامل ہین۔

اور یہہ بات ظاہر ہے کہ عموم لفظ کا انہی معنے مین لیا جا سکتا ہے جو اس سے مراد

ہو سکیں نہ اون معنی میں جو اوس کے مفہوم سے خارج اور جداگانہ ہوں۔
اسبات کو جو سمجھیگا وہ ان صحابہ وغیرہ مفسرین کے اقوال اور ہمارے دعوی پر (جس کی تایید میں یہ اقوال منقول ہیں) یہ اعتراض نہ کرے گا کہ "تمہارے مؤلفہ کتب اور کتب اصول میں یہ قاعدہ مسلم ہو چکا ہے کہ ہمیشہ لفظ عام کا عموم معتبر ہوتا ہے مورد نزول کا خصوص اس عموم کو توڑ نہیں سکتا ہے"۔

اس بحث سے جو آیات قرآنیہ اور حدیث نبویہ اور اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے مستند ہے صاف ثابت ہے کہ آیات منقولہ بالا صرف تارک و مخالف حکم الٰہی کے حق میں نہیں ہیں بلکہ اس مخالف کے حق میں ہیں جو مخالف ہونے کے ساتھ منکر بھی ہو۔ لہذا ان آیات سے نوع اول قسم سوم ملازمت کی ممانعت ثابت نہیں ہو سکتی۔ اس نوع ملازمت کی ممانعت پر وہی آیات احادیث دلائل ہیں جو ہمنے بیان کی ہیں۔

نوع دوم اس قسم سوم ملازمت سے ناجائز نہیں ہے کیونکہ اس میں احکام شرعیہ کے مخالف احکام کو نافذ کرنا نہیں پایا جاتا۔ جن احکام مقررہ و مجوزہ گورنمنٹ انگلشیہ کو اس نوع ملازمت میں نافذ کرنا پڑتا ہے وہ احکام شرعیہ کی ضد اور نقیض نہیں ہیں بلکہ وہ بجائے احکام شرعیہ ایک جداگانہ اور مستقل احکام ہیں جو احکام شرعیہ سے فی الجملہ مناسبت بھی رکھتے ہیں اور وہ احکام شرعیہ کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں (اگر کوئی ان دونوں کو ایک محل میں جمع کرنا چاہے) اور دونوں کا ارتفاع بھی ایک محل سے ممکن ہے (اگر کوئی دونو پر عمل نہ کرے) وہ احکام احکام شرعیہ کی ضد و نقیض ہوتے تو دونوں ایک محل میں جمع نہو سکتے اور نہ دونو کسی محل سے مرتفع ہوتے (چنانچہ دو ضدوں اور نقیضوں کا حکم اور حال ہوتا ہے۔

اس امر کی توضیح ایک تمثیل سے کی جاتی ہے۔ چوری کی سزا شرع میں ہاتھ کاٹنا ہے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے قانون میں اسکی سزا قید ہے یا بید مارنا۔ یہ حکم انگریزی

اس حکم شرعی کی ضد نہین ہے۔ ضد ہوتا تو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکتا حالانکہ ہاتھ کاٹنے کے ساتھ قید کرنا بھی ممکن ہے۔ بلکہ بجاے اس حکم شرعی کے یہ ایک جداگانہ حکم ہے جو عقوبت و ایذا رسانی مین اس حکم شرعی سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے لہٰذا جو شخص چور کو چوری کے عوض مین سزا قید دیتا ہی وہ اس حکم شرعی کے خلاف اور ضد پر عمل نہین کرتا صرف ایک جداگانہ تجویز کو عمل مین لاتا ہے جسکو سزا شرعی سی فی الجملہ مناسبت ہی نہ مخالفت۔

ایسے احکام کو اگر کوئی صرف ونیاوی احکام سمجھے احکام الٰہی و احکام شرعی قرار ندے (جیساکہ یہود نے زانی کا مونہہ کالا کرنے کو حکم الٰہی قرار دیا تھا) اور ان احکام کو احکام شرعیہ سے بہتر اور ان کے مقابلہ مین احکام شرعیہ کو خلاف مصلحت ومخالف انصاف سمجھے (جیساکہ اس منافق یا انصاری نے سمجھا تھا)۔ تو ان احکام کے عمل اجرا کی اس شخص کے لیے شریعت سی اجازت ہی۔

یہ اجازت بہت سی دلائل کتاب و سنت مین پائی جاتی ہے۔ اس مقام مین ہم تین دلائل کے ذکر پر اکتفا کرتے ہین۔

پہلی دلیل

حضرت یوسف علیہ السلام جو عزیز مصر کے قائم مقام ہو کر فرمانروای سلطنت مصریہ ہوے تو ان کا عملدرآمد اس قانون پر رہا تھا جو سلطنت مصریہ مین مروج ومعمول رہا تھا۔ اس مین بعض احکام ایسے بھی تھے جو شریعت یعقوبی سے متغایر و متفاوت تھی (جیسے چوری کی سزا مین مار پیٹ کرنا۔ اور مال مسروقہ سی دو چند تاوان لگانا) حضرت یوسف علیہ السلام ایسے احکام سلطنت کا خلاف بھی نہ کرتے تھے اور بجاے ان احکام کے احکام شریعت یعقوبی عمل مین نہ لا سکتے تھے۔

اسپر دلیل ظاہر آیات قرآن ہے جس مین یہ بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية فی
رحل اخیه ثم اذن موذن ایتها العیر
انکم لسارقون قالوا واقبلوا علیهم ماذا
تفقدون قالوا نفقد صواع الملک ولمن
جاء به حمل بعیر وانا به زعیم قالوا
تالله لقد علمتم ماجئنا لنفسد فی
الارض وما کنا سارقین قالوا فما جزاؤه
ان کنتم کاذبین قالوا جزاؤه من وجد
فی رحله فهو جزاؤه کذلک نجزی
الظالمین فبدا باوعیتهم قبل وعاء
اخیه ثم استخرجها من وعاء اخیه
کذلک کدنا لیوسف ما کان لیاخذ
اخاه فی دین الملک الا ان یشاء الله نرفع
درجت من نشاء وفوق کل ذی علم علیم
(یوسف ع ۹)

نے اپنے بہائی کو اپنے پاس رکھ لینا چاہا
تو ان کے سامان مین بادشاہ کا پیمانہ
رکھوا دیا جب اس تدبیر سے اسپر چوری کا الزام
قائم ہوگیا تو اوس کی سزا آئین شریعت
یعقوبی کا حکم قید اپنے بہائیون سے
دلوایا - اس تدبیر کی نسبت خدا تعالے
نے فرمایا ہے کہ یہہ تدبیر یوسف علیہ السلام
کو ہمنے بتائی تہی - اسکو یہ قدرت نہ تہی
کہ شاہ مصر کے آئین کے موافق اپنے
بہائی کو قید مین رکہتا - جس سے صاف
مفہوم ہوتا ہے کہ انہون نے اس سے
پیشتر نیابت سلطنت مصریہ مین اس حکم
شریعت یعقوبی پر کبہی عمل نہ کیا تہا - اور
نہ اس عہد نیابت مین انکو خود اس حکم پر
عمل کرنا ممکن تہا - اس حکم شریعت یعقوبی
پر انہون نے کبہی پہلے عہد نیابت مین عمل کیا ہوتا یا اسوقت ان کو اسپر خود بخود بلا تدبیر
مذکور عمل کرنا ممکن ہوتا تو خدا تعالے انکو ایسی تدبیر نہ بتاتا جس مین بظاہر ایک شخص
پر غیر واقعی الزام قائم کرنا اور اسکو خلاف واقعہ چور بنانا پڑا - و مع ہذا انہون نے اس
ملازمت کو پسند و اختیار کیا تہا - جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو اقوام غیر کی ایسی
ملازمت جس مین بعض احکام شریعت پر عمل نہو سکے اور بجائے ان احکام کے دوسرے
احکام سلطنت پر جو احکام شریعت سے متضاد و متناقض نہ ہون عمل کرنا پڑے

ناجائز نہیں ہے۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے حضرت یعقوب کی شریعت میں چوری کی یہہ

> ای فالسارق جزاؤه ان یسلم السارق بسرقته الی المسروق منه فیسترقه سنة وکان ذلک سنة آل یعقوب فی حکم السارق وکان حکم ملک مصر ان یضرب السارق ویغرم ضعفی قیمة المسروق فاراد یوسف ان یحبس اخاه عنده فرد الحکم الیهم لیمکنه من حبسه عنده علی حکمهم + + + + یعنی ان یوسف لم یکن یتمکن من حبس اخیه فی حکم الملک لولا ما کدنا له بلطفنا حتی وجد السبیل الی ذلک وهو ما اجری علی السنة الاخوة ان جزاء السارق الاسترقاق فحصل مراد یوسف بمشیة الله تعالی (معالم)

سزا تہی کہ اوسکو مع مال مسروق صاحب مال کے حوالہ کرین اور وہ اسکو ایک سال اپنی غلامی مین رکہے۔ اور بادشاہ مصر کا یہ قانون تہا کہ چور کو چوری کی سزا مین زد و کوب کرین اور قیمت مال مسروق سے دوچند تاوان لین حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بہائی کو اپنے پاس رکہہ لینا چاہا تو بہائی کے جرم چوری کی سزا کو بہائیون کی سپرد کیا تاکہ وہ بہائی کو اپنے پاس قید رکہنے پر قادر ہو سکے + × × + اُنکو یہ طاقت نہ تہی کہ بادشاہ مصر کی آئین کی رو سے بہائی کو اپنے پاس رکہتے۔

تفسیر کبیر مین ہے کہ اس آیت کے معنے [illegible] کہ بادشاہ کا حکم سزا چوری کی نسبت یہ تہا۔ کہ چور کو مارین۔ اور قیمت مال مسروق سے دوچند تاوان لین لہذا یوسف علیہ السلام کو قدرت نہ تہی کہ وہ آئین مصری کی رو سے اپنے بہائی کو

> والمعنی انه کان حکم الملک فی السارق ان یضرب ویغرم ضعفی ما سرق فما کان یوسف قادرا علی حبس اخیه عند نفسه بناء علی دین الملک وحکمه الا ان یشاء الله تعالی

کادالله ما جریٰ علی لسان اخوته ان جزاء السارق هو الاسترقاق -
(تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۳ ج ۵)

پاس کہہ لیتے ولیکن خدا تعالیٰ نے انکو یہہ تدبیر بتائی کہ ان کے بہائیوں کی زبان سے یعقوب کی شریعت کے موافق یہ بات نکلی کہ چور کی سزا غلام بنالینا ہے جس کے وسیلہ سے وہ اپنے بہائی کو قید کر لینے پر قادر ہوئے - ایسا ہی تفسیر فتح البیان وغیرہ میں ہے -

اس استدلال پر اگر کوئی بے سوچے سمجھے یہ اعتراض کرے کہ یہ شریعت یعقوبی پر حضرت یوسف کا خود عمل کرنا یا کر سکنا اور بجائے حکم شریعت یعقوبی امیر مصری پر انکا عمل در آمد رہنا ہم مسلمانوں کے لیے لائق سند نہیں کیونکہ یہ امر جائز رہتا تو انہی کی شریعت میں جائز ہوگا نہ شریعت اسلام میں تو اس کے مخالف اور ناسخ یہہ حکم آچکا ہے - کہ جو خدا تعالیٰ کے اتارے ہوئے حکم کے خلاف فیصلہ کریں وہ ظالم ہیں کافر ہیں فاسق ہیں -

تو اس شخص کے فہم پر کمال افسوس و تعجب کے بعد ہم اس کے جواب میں یہہ کہہ دیں گے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالف اور شریعت یوسفی کا ناسخ سمجھنا کمال درجہ کی نافہمی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل اور اس حکم شریعت اسلام میں کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے پھر یہہ تجویز نسخ کو کیا معنے - اس حکم شریعت اسلام سے (جیسا کہ ہم سابقاً ثابت کر چکے ہیں) تو احکام شریعت سے مخالف احکام پر عمل کرنے اور ان احکام مخالف شریعت کو احکام شرعیہ قرار دینے اور ان احکام مخالفہ کو احکام شریعت سے بہتر جاننے کی ممانعت مراد ہے - اور یہہ امر حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل میں کہاں پایا جاتا ہے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل یوسف علیہ السلام کا مخالف و ناسخ قرار دیں -

اس قسم کے احکام غیر شریعت کو جیسے کہ شاہ مصر کا چوری کی سزا میں

زد و کوب کرنا اور دو چند تاوان لینا ہے) احکام شرعیہ سے (اسلامی ہون خواہ یعقوبی) کسی قسم کا مخالف نہین ہو بلکہ یہ جدا گانہ احکام سلطنت ہین جنکو احکام شریعت سے فی الجملہ مناسبت ہو (جنانچہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین) پھر ان احکام کو احکام شرعیہ کے مخالف سمجھنا اور ان احکام پر عمل کرنے کو شریعت اسلام کے مخالف قرار دینا نافہمی پر نافہمی نہین تو کیا ہے

بالجملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عمل شریعت یعقوبی یا شریعت اسلام کے مخالف نہین ہے اور انکا فعل جسکو خدا تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے تعریف کر ساتھ نقل کیا ہے ہمارے لیے کافی دست آویز ہے اور ہماری پہلی دلیل ہماری دعوے کے لیے کامل حجت ہے

دوسری دلیل

اہل اسلام مین یہ امر بمنزلہ اصول ثابت و مسلم و معمول بہ ہے کہ اپنے واجبی حق کو چھوڑ کر اس سے کمتر پر مصالحۃ جائز ہے اور اس اصول و معمول کا ثبوت قرآن و حدیث و عمل اہل اسلام مین موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانون مین صلح جائز ہے۔ بجز ایسی صلح

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرم حلالاً و احل حراماً (ابوداؤد صفحہ ۱۵۱ جلد ۲)	کے جو حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال اپنے احکام شرعیہ کے مخالف ہو)

قرآن مین ارشاد ہو کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے ناخوشی یا بے رغبتی

وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحاً (نساء ع ۱۹)	کا اندیشہ ہو تو ان کو گناہ نہین ہے کہ وہ آپس مین (واجبی حق سے کم خرچ یا نوبت پر) مصالحت کر لین۔

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین حضرت عائشہ سے اس آیت کی تفسیر یون مروی ہے

عن عائشة وان امرأة خافت من بعلها نشوزا او اعراضا قالت هي المرأة تكون عند الرجل لا يستكثر منها فيريد طلاقها ويتزوج غيرها تقول له امسكني ولا تطلقني ثم تزوج غيري فانت في حل من النفقة علي والقسمة لي فذلك قوله تعالى فلا جناح عليهما ان يصالحا بينهما صلحا والصلح خير (بخاری صفحہ)

کہ اس آیت مین وہ عورت مراد ہے جو کسی کے گھر (یا نکاح) مین ہو اور وہ اس سے بہت صحبت نہین چاہتا - اس لیے وہ اسکو طلاق دینا اور اسکی جگہہ دوسری عورت کو لانا چاہتا ہے وہ اسکو یہ کہدے کہ مین تجھے اپنا حق صحبت و خرچ معاف کرتی ہون تو مجھے طلاق نہ دے میرے ہوتے ہی جس عورت سے چاہے نکاح کرلے -

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بی بی (سودہ بنت زمعہ) سے نوبت کے معاف کرنے اور وہ نوبت دوسری بی بی (عائشہ) کو بخش دینے پر مصالحت کرلی - اور اسکو طلاق نہ دی جس کا ذکر سنن ابوداؤد مین بصفحہ (۲۹۱ جلد ۱) موجود ہے - اور صرف نوبت کی بخشش کا ذکر صحیح بخاری و مسلم مین بھی ہے -

عن عائشة ولقد قالت سودة بنت زمعة حين اسنت وفرقت ان يفارقها رسول الله صلعم يا رسول الله يومي لعائشة فقبل ذلك رسول الله صلعم (ابوداود ۲۹۰) ان سودة بنت زمعة وهبت يومها لعائشة وكان النبي صلعم يقسم لعائشة بيومها ويوم سودة (بخاری)

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک کو اپنا نصف قرض جو ابن ابی حدرد پر تھا چھوڑ دینے کا حکم فرمایا باوجودیکہ اسکا واجبی حق پورا قرض تھا - جس کا ذکر صحیح بخاری - مسلم - ابوداود - نسائی - ابن ماجہ

عن كعب انه تقاضى ابن ابي حدرد دينا كان له عليه في المسجد فارتفعت اصواتهما حتى سمعها رسول الله صلعم وهو في بيته فخرج اليهما حتى كشف سجف حجرته فنادى يا كعب قال لبيك يا رسول الله قال ضع من دينك هذا

(وما اليه ابن المنذر البخاری صفحہ ۲۵) وغیرہ کتب حدیث مین موجود ہے۔

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کہیت کو پانی چہوڑ دینے کا حکم دیا تہا باوجودیکہ اسکا اصل حق یہ تہا کہ مونڈیرون تک کہیت بہر لیتا جسکا ذکر سابقاً بصفحہ (۱۷) ہو چکا ہے۔

اسی اصول پر اسوقت اکثر مسلمان باہمی جہگڑون مین مصالحت کرتے ہین اور اپنے اصل حقوق سے کمتر پر راضی ہو جاتے ہین۔ الغرض یہ اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اسوقت تک معمول بہ و مروج ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ تجویز یا حکم جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت فرمائی یا عام مسلمانون مین مصالحت ہوتی ہے اس حکم شرعی سے جو اصل اور واجبی حق کے مطابق ہو متفاوت و متغایر ہوتا ہے۔ ومعہذا اسپر فیصلہ کرنا یا اسکی اجازت دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تو اس کیوجہ یہی ہے کہ وہ تجویز یا حکم حکم شرعی سے متخالف و متناقض نہین ہے۔ ایک جداگانہ حکم ہے جسکو اصل حکم شرعی سے فی الجملہ مناسبت ہے۔

اس سے ہمارے دعوی کی پوری تائید نکلتی ہے کہ احکام شرعیہ سے متغایر احکام و تجویزات سلطنت پر (اگر وہ احکام شرعیہ کی مخالف نہ ہوں) عمل و تصفیہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

شاید اس دلیل پر بعض کم توجہ اشخاص کو اعتراضات

ذیل پیدا ہون ۔

(۱) جن تجویزات [illegible] دلیل مین ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویزات ہین جنکا فعل و قول عین شریعت ہے پہر ان تجویزات کا مغایر احکام شریعت ہونا کیا معنے رکہتا ہے ۔

(۲) وہ تجویزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ ہین جنکا فعل خود شرعی دلیل ہے انکے جائز العمل ہونے سے غیر نبی کے تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر

ثابت ہوسکتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں جو غیر نبی کے تجویزات مصالحت کا (جو خلاف شریعت نہ ہون) جائز العمل ہونا ثابت ہوتا ہے مسلمانون کی قید موجود ہے۔ پھر اس سے غیر مسلم گورنمنٹ کی تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔

انکے جوابات بہ ترتیب اعتراضات ذیل مین معروض ہین۔

(۱) ان تجویزات کو مغایر احکام شریعت کہنا اس معنے کر ہے کہ وہ تجویزات اصلی اور عام احکام شریعت نہین ہین جنپر عام اہل اسلام کار بند ہون۔ اصل احکام جنکو خدا اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے وہ ہین جو ان تجویزات کی جگہہ پہلے بھی عام مسلمانون کے عمل مین تھی۔ اور پیچھے بھی معمول بہا رہی (مثلاً زوجہ کی نوبت ونفقہ مین دوسرے ازواج سے مساوات۔ قرض کا پورا ادا کرنا۔ بایع کا مونڈھ پیر تک بہر لے۔ وعلی ہذا القیاس)

وہ تجویزات ان احکام کی جگہہ صرف بعض مواقع مین بمقتضای مصالحت وتقاضای ضرورت جائز العمل قرار دی گئی ہین۔ لہذا ان تجویزات کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ احکام شریعت سی مغایر ہین۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جو از قسم عادات نہو اور نہ اسکی خصوصیت آنحضرت کے ساتھہ کسی دلیل سے ثابت ہو اور نہ اسکا صدور بلا قصد بطور زلت ہو اوروں کے لیے لائق استناد واقتدا ہے۔

چنانچہ توضیح وغیرہ مین مذکور ہے۔ لہذا آپ کے فعل تجویز مصالحت مین ہمارے لیے یہ اجازت وہدایت پائی جاتی ہے کہ ہم بھی اسی قسم کے تجویزات مصالحت

والمختار عندنا الاباحة لا كن يكون لنا اتباعه لانه بعث ليقتدى بافعاله وأقواله قال الله تعالى لابراهيم

ان جاعلك للناس اماما وذلك بسبب البنوة والخصوص به نادر (توضیح صفحہ ۲۳۵)

نکال لیا کریں جو احکام شریعت کے مخالف نہ ہوں اگر ان سے متفاوت و متغایر ہوں)۔

(۳) مسلمانوں کی قید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں بطور اتفاق اور بلحاظ اکثر واقعات زمانہ نبوی کے واقع ہوئی ہے۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ اگر غیر مسلم کسی مقدمہ میں کوئی ایسی تجویز نکالے جو شریعت کی مخالف نہ ہو تو وہ جائز العمل نہیں ہے۔

امام شوکانی نے **نیل الاوطار** میں اس قول کی شرح میں کہا ہے کہ اس قول

قوله بین المسلمین هذا خرج مخرج الغالب لان الصلح جائز بین الکفار و بین المسلم والکافر ووجه التخصیص ان المخاطبین بالاحکام فی الغالب هم المسلمون لانهم منقادون (نیل الاوطار ص۲۶ ج۵)

میں مسلمانوں کی قید بلحاظ اغلب احوال لگا لی گئی ہے۔ کیونکہ صلح باہم کفار کے اور مسلمانوں اور کافروں میں بھی جائز ہے۔ اس حدیث میں خاص کر مسلمانوں کے ذکر کی یہ وجہ ہے کہ احکام شرعیہ سے اکثر مسلمان ہی مخاطب ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہی لوگ ان احکام کو مانتے ہیں۔

اس پر ایک **روشن دلیل** یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی تجویزات مصالحت کو تسلیم فرمایا اور ان پر عمل کیا (جس کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۹ میں تفصیل ہو چکا ہے)۔

تیسری دلیل

حضرت **عمر فاروق** نے شراب خواری کی حد کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کے عہد میں واقع ہو چکی تھی) بڑھا دیا۔ اور ان کے اس فعل کو حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضی وغیرہ صحابہ نے تسلیم کیا۔ جب یہ فعل

لائق استناد ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری مین سائب بن یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عن السائب بن یزید قال کنا نؤتی بالشارب
علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم
وامرة ابی بکر وصدرا من خلافة عمر
فنقوم الیه بایدینا ونعالنا وارديتنا
حتی کان اخر امرة عمر فجلد اربعین حتی
اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین
(صحیح بخاری صفحہ ۱۰۰۲)

عہد اور خلافت صدیقی اور خلافت
عمری مین جب کوئی شراب خوار سزا
کے لیئے لایا جاتا تو ہم ان کو جوتون سے
اور چھڑیون وغیرہ سے مارتے خلافت
حضرت عمر کی اخیر وقت پر انہون نے
چالیس کوڑے مارے جب وہ شراب
خواری مین بڑہ گئے تو آپ نے اسی لگائے

صحیح مسلم مین حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

عن انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه وسلم
اتی برجل قد شرب الخمر فجلده بجریدتین
نحو اربعین قال وفعله ابو بکر فلما
کان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن
اخف الحدود ثمانون فامر به عمر
(صحیح مسلم صفحہ ۷۱ جلد ۲)

ایک شراب خوار کو لائے تو آپ نے
اسکو چالیس کے قریب چھڑیون سے پٹوایا
ایسا ہی حضرت ابوبکر نے کیا حضرت عمر
کا وقت آیا تو انہون نے اس باب مین
صحابہ سے مشورہ لیا حضرت عبدالرحمن
بن عوف نے اسی درہ لگانے کا مشورہ
دیا تو آپنے اس کے مطابق حکم نافذ فرمایا۔

سنن ابی داؤد مین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وحضرت علی علیہ السلام وامیر

عن عثمان ان رجلا الولید اربعین ثم قال
جلد النبی صلعم اربعین وجلد ابو بکر اربعین
وعمر ثمانین وکل سنة (ابو داؤد صفحہ ۲۵۹)

معاویہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہون
نے حضرت عمر کی اس تجویز کو پسند کیا اور
مسنون کہا۔ اور اس کے مطابق خود

وعن علی جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر و ابوبکر اربعین وکملہا عمر ثمانین وکل سنۃ -
(ابوداؤد صـ۲۶۱) وعن معاویۃ نحوہ (ابوداود صـ۲۶۱)

عمل کیا -
اس زیادتی حد شراب خوار کا اسلام مین مسلم ہونا اور صحابہ کا اس کے مطابق عمل کرنا
اسی اصول پر مبنی ہے کہ ایک جرم کی متعدد سزائون مین باوجود مغایرت کی مخالفت وضدیت ومنافات نہین ہوتی - ولہذا شراب خوار کی وہ حد (سزا) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت صدیق اکبر کے عہد مین پائی گئی تہی اس حد کی جو حضرت عمر نے تجویز فرمائی تہی ضد ونقیض ومانع نہ تہی بلکہ مجوز تھی جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو سزائین اور عقوبتین شرعی جرائم کی اسوقت کو بعض اسلامی یا غیر اسلامی سلطنتون مین مقرر ہین وہ شرعی حدود کی ضد ونقیض نہین ولہذا شرعی حدود ان سزاؤن کے اجرا سے مانع نہین بلکہ مجوز ہین -

اس **دلیل** پر شاید ہماری جلد باز اور کم تدبر اخوان اہل اسلام یہ اعتراض کرین کہ اس دلیل مین تمنے قیاس مع الفارق کیا ہے - ایک خلیفہ راشد بلکہ خلفاء راشدین ثلثہ کے فعل پر عام اہل اسلام بلکہ غیر اقوام کے فعل کو قیاس کیا - کجا زمین وکجا آسمان ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک -

اسکا **جواب** یہ ہے کہ ہمنے خلفا کے فعل پر فعل سلاطین زمانہ حال کا (مسلمان ہون خواہ غیر مسلم) قیاس نہین کیا اور نہ ان دونو گروہ کے افعال کو یکسان قرار دیا ہے - سلاطین کی مجوزہ سزاؤن پر عمل کرنے کے جواز کو تو ہم نے اس شرط سے مشروط ومقید کر دیا ہے کہ انکو صرف دنیاوی احکام سمجھین - احکام شرعی قرار نہ دین - اور اس حد مجوزہ فاروق اعظم کا داخل دین ومسنون ہونا ہمنے تسلیم کر لیا اور اکابر صحابہ سے اس تسلیم کو نقل کیا ہے اگر ان دونون گروہ کے افعال کو ہم یکسان جانتے اور ایک کا دوسرے پر قیاس کرتے تو تعزیرات مجوزہ سلاطین کو بہی مشروع

اور مسنون قرار دیتے ہیں۔

ہمنے تو صرف حد مجوزہ فاروق اعظم کی اس وجہ تجویز سے کہ وہ حد نبوی و صدیقی کی ضد و مخالف نہ تھی اور اسلیے انکو اس حد کی تجویز پر جرأت ہوئی۔ اور دوسرے اکابر صحابہ سے انکی موافقت رائے وقوع میں آئے **استدلال** کیا اور یہ کہا ہے کہ یہہ (اصحاب ہر ایک سزا مین (جو حدود شرعی سے مغایر ہو مگر ضد و مخالف نہ ہو) موجود ہے

ولہذا ایسی سزا کی اجرا سے حد شرعی مانع نہیں ہے بلکہ مجوز ہے۔

رہا یہ امر کہ وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہوسکتی ہے یا نہیں سو یہ امر وجہ مذکور سے جداگانہ ہے۔ اور ہماری بحث و دعوی سے اجنبی اسکا تصفیہ دوسرے دلائل سے ہوسکتا اور اس میں یوں **کہا** جاسکتا ہے کہ اگر اس سزا کی مجوز کا فعل لائق استناد اور دین میں حجت ہے (جیسے خلفاء راشدین کا وہ قول یا فعل جسپر اور صحابہ کا اتفاق ہوگیا ہو جو بالاتفاق شرعی حجت اور ملحق باسنت ہے) تو وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہوسکتی ہے۔

و بناءً علیہ یہ حد فاروقی جسپر باقی خلفاء کا اتفاق ہوا ہے داخل دین سمجھی گئی ہے اور اگر اس سزا کے مجوز کا قول و فعل لائق استناد اور دین میں حجت نہیں ہے (جیسے دوسرے سلاطین کے (مسلمان ہوں خواہ غیر) اقوال و افعال یا صحابہ یا خاص کر بعض خلفا کے وہ افعال و اقوال جنپر دوسرے صحابہ نے اتفاق نہ کیا ہو) تو وہ سزا داخل دین نہیں ہوسکتی اسی **اصول** پر ان سلاطین کی مجوزہ سزائیں احکام شرعیہ اور داخل دین نہیں سمجھی گئیں صرف جائز العمل تسلیم کی گئی ہیں۔ ایسی ہی بعض خلفا کی وہ سزائیں جنپر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہیں ہوا حکم شرعی نہیں سمجھی گئیں۔

اوسکی نظیر میں ہم انہی حضرت فاروق اعظم کے بعض سیاستی و تعزیری احکام پیش کرتے ہیں جو دوسرے صحابہ کے اتفاق نہ ہونے کی سبب شرعی احکام نہیں سمجھے گئے

(۱) موطا امام مالک میں سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ طلیحہ اسدیہ کو اس کے

عن سليمان بن يسار ان طليحة الاسدية كانت تحت رشيد الثقفي فطلقها فنكحت في عدتها فضربها عمر بن الخطاب وضرب زوجها بالمخفقة ضربات وفرق بينهما ثم قال عمر بن الخطاب ايما امرأة نكحت في عدتها فان كان زوجها الذي تزوجها لم يدخل بها فرق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من زوجها الاول ثم كان الآخر خاطبا من الخطاب وان كان دخل بها فرق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا يجتمعان ابدا (موطا امام مالک ص ۱۹۲)

خاوند رشید نے طلاق دی تو اس نے عدت میں دوسرا نکاح کر لیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو اور اس کے شوہر ثانی کو درہ سے مارا اور ان میں جدائی کا حکم دیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ جو عورت عدت کے اندر دوسرے خاوند سے نکاح کرے اس کا خاوند اس سے ہمبستر نہ ہوا ہو تو ان دونوں میں جدائی کرا دی جائے پھر باقیماندہ عدت پوری کر کے وہ آپس میں نکاح کر لیں۔ اور اگر وہ اس سے ہمبستر ہو چکا ہو تو ان دونوں میں ایسی جدائی ہو کہ پھر وہ کبھی نکاح نہ کریں۔

محلی شرح موطا میں ہے۔ یہ حکم بطور سیاست و سزا ہے اور یہ ایک ایسا حکم ہے جس

قوله ثم لا يجتمعان ابدا زجر له وسياسة في حقهما لحل الشرعة مبادرتهما الى تزوج قبل انقضاء عدتها وهذا مما تفرد به عمر فعامة اهل العلم على انه تحل له بعد الخروج عن العدة (محلی شرح موطا ص ۱۹۲)

میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ تنہا رہے ہیں۔ تمام اہل علم اس کے قائل ہیں کہ عدت کے بعد ہمبستر ہونے والے کو بھی نکاح کر لینا جائز ہے۔

اس کی دوسری نظیر ابن عباس کا یہ حکم ہے کہ جو شخص ایک دفعہ میں تین طلاقیں دے دے وہ

عن ابن عباس قال كان طلاق الثلاث في

پھر اس عورت سے رجوع نہ کرے۔ بغیر ان تین

فی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وسنتین من خلافة عمر واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم (صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱)

طلاقوں کو تین ہی سمجھو۔ تعامل زمانہ نبوی ودر خلافت صدیقی اور ابتدائی دو سال خلافت عمری کے مطابق ایک طلاق قرار ندی" چنانچہ صحیح مسلم مین بروایت ابن عباس یہ حکم آپ کا مروی ہے

آپکے اس حکم کو گو بہت سی صحابہ واکثر تابعین وائمہ مذہب نے حکم شرعی سمجھا ہے۔ مگر بہت سے صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین نے اسکو حکم شرعی تسلیم نہین ہی کیا۔ بلکہ ایک تعزیری وسیاسی حکم قرار دیا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی نے کتاب نیل الاوطار مین کہا ہے ایکوقت مین

واعلم انه قد وقع الخلاف فی الطلاق الثلاث اذا اوقعت فی وقت واحد هل یقع جمیعها ویتبع الطلاق الطلاق ام لا فذهب جمهور التابعین وکثیر من الصحابة وائمة المذاهب الاربعة وطائفة من اهل البیت منهم امیر المؤمنین علی مرتضی رضی الله عنه والناصر والامام یحیی حکی ذلک عنهم فی البحر حکاه ایضا عن بعض الامامیة الی ان الطلاق یتبع الطلاق وذهبت طائفة من اهل العلم الی ان الطلاق لا یتبع الطلاق بل یقع واحدة فقط وقد حکی ذلک صاحب البحر عن ابی موسی ورواية عن

تین طلاقون کے واقعہ ہوجانے مین علمائے اسلام کا اختلاف ہے۔ اکثر تابعین اور بہتیرے صحابہ اور ائمہ مذاہب اربعہ اور ایک جماعت اہل بیت نبوی (جنمین حضرت علی مرتضے ہین) اور ناصر اور امام یحیے قائل ہین کہ وہ تینون واقع ہوتے ہین ایک جماعت اہل علم اس کے قائل ہین کہ تین طلاقین نہین ہوتین بلکہ صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ چنانچہ بحر نے یہ قول ابوموسے اشعری (صحابی) سے نقل کیا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی علیہ السلام سے ایک روایت مین ہے۔ اور

علی وابن عباس وطاوس وعطاء وجابر بن زید والهادی والقاسم والباقر والناصر واحمد بن عیسی وعبد الله بن موسی بن عبد الله ورواية عن زيد بن علی و الیه ذهب جماعة من المتاخرين منهم ابن تیمیه وابن القیم وجماعة من المحققين وقد نقله ابن مغيث فی كتاب الوثائق عن محمد بن وضاح ونقل الفتوى بذلك عن جماعة من مشائخ قرطبة كمحمد بن تقی ومحمد بن عبد السلام وغيرهما ونقله ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس كعطاء وطاوس وعمرو بن دينار وحكاه ابن مغيث ايضا فی ذلك الكتاب عن علی رضی الله تعالى عنه وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف والزبير ـ

(نیل الاوطار صفحہ ۱۵۲ جلد ۵)

ابن عباس (صحابی) وطاوس وعطاء وجابر بن زید (تابعیون) کا اور ہادی اور قاسم اور باقر اور ناصر واحمد بن عیسی وعبد اللہ بن موسی کا ۔ اور ایک روایت مین زید بن علی کا بھی یہی قول ہے ۔ اور اسیکی ایک جماعت متاخرین کی (جن مین ابن تیمیہ وابن قیم اور دوسرے محققین کی ایک جماعت ہے) قائل ہے ابن مغیث نے کتاب وثائق مین محمد بن وضاح سے یہ قول نقل کیا ہے اور ایک جماعت مشائخ قرطبہ کا (جیسے محمد بن تقی ومحمد بن عبد السلام وغیرہ) اس کے موافق فتوی دینا نقل کیا ہے ۔ اور ابن المنذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردون سے (جیسے عطا وطاوس وعمرو بن دینار ہین) یہ قول نقل کیا ہے اور ابن المغیث نے یہ قول علی مرتضی وابن مسعود وعبد الرحمن بن عوف وزبیر (صحابہ) سے نقل کیا ہے ۔

اس حکم فاروقی کو حکم شرعی قرار دینے والے جو اپنے دعوی کی دلیل بیان کرتے ہین اس سے ہمکو اس مقام مین بحث نہین ہے ۔ اور نہ اس مسئلہ کی بحث وتحقیق یہان پیش نظر ہے ۔ اس باب مین ہم مفصل مضمون لکھ چکے ہین جو کسی پرچہ مین شائع

ہوگا - انشاء اللہ تعالیٰ -

اسکو حکم شرعی تسلیم نہ کرنے بلکہ ایک حکم تعزیری و سیاستی قرار دینے والوں کی دلیل یہی ہے کہ حضرت عمر کا صرف اپنا قول یا فعل شرعی حجت نہیں اور انکا یہ حکم دوسرے صحابہ کے اتفاق و اجماع سے موید نہیں ہوا - جیسا کہ سزاء شراب خوار کا حکم موید ہوا تھا لہذا اس حکم کی نسبت یہی کہا جائیگا کہ وہ ایک تعزیری و سیاستی حکم تھا نہ حکم شرعی -

حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان میں طلاق ثلثہ کا ایک ہونا ایک طولانی بحث

قالوا الاحکام نوعان - نوع لا یتغیر عن حالۃ واحدۃ ہو علیہا لا بحسب الازمنۃ ولا الامکنۃ ولا اجتہاد الائمۃ کوجوب الواجبات و تحریم المحرمات والحدود المقدرۃ فہذا لا یتطرق الیہ تغییر ولا اجتہاد یخالف ما وضع علیہ - والنوع الثانی یتغیر حسب اقتضاء المصلحۃ لہ زمانا ومکانا وحالا کمقادیر التعزیرات و صفاتہا فان الشارع نوعہا بحسب المصلحۃ کالتعزیر بقتل مدمن الخمر فی المرۃ الرابعۃ واخذ شطر مال مانع الزکوۃ و اخراج العبد عن ملک من مثل بہ وتضعیف الغرم علی سارق ما لا قطع فیہ وعلی کاتم الضالۃ والمنع و منع قربان السلب فی قصۃ الثلثۃ ولم یعرف انہ عزر بدرۃ ولا حبس ولا سوط وانما حبس فی

سے ثابت کرنے کے بعد کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے احکام دو قسم ہیں - اول وہ احکام جو زمانہ اور اجتہاد کے تغیر و تبدل سے نہیں بدلتے - جیسے فرائض کا فرض ہونا - اور محرمات کا حرام ہونا اور حدود شرعیہ (جو مقرر ہو چکے ہیں جن کیطرف کسی تبدل و اجتہاد کو راہ نہیں) قسم دوم وہ احکام جو بسبب مقتضاء مصلحت زمانی و مکانی اور موقع کے بدل سکتے ہیں جیسے تعزیرات کے مقدار اور کیفیتیں - تعزیرات کو شارع نے مقتضائے مصلحت کے موافق مختلف طور پر مقرر کیا ہے جیسے چوتھی دفعہ کی سزاء شراب خواری میں قتل کا حکم اور زکوۃ نہ دینے والے کے نا[...]

تهمة ليتبين حال المتهم وكذلك
اصحابه توسعوا فى التعزيرات بعده
فكان عمر يحلق الراس وينفى ويضرب
ويحرق حوانيت الخمارين والغرفة
التى يباع فيها الخمر وحرق قصر
سعد بالكوفة لما احتجب فيه عن
الرعية وكان له فى التعزيرات اجتهادات
وافقه عليها الصحابة لحدوث اسباب
لم يكن مثلها على عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم او كانت ولكن زاد الناس
فيها وتتابعوا فمن ذلك انهم لما زادوا فى
شرب الخمر وتتابعوا فيه وكان قليلا
فى عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
جعله عمر ثمانين ونفى فيها ومن ذلك
اتخاذه درة يضرب بها من يستحق
الضرب ومن ذلك اتخاذه دار السجن ومن
ذلك انه لما راى الناس تتابعوا فى الطلاق
واكثروا فيه راى انهم لا ينتهون
عنه الا بعقوبة راى الزامهم الثلاث
عقوبة لهم ليكفوا عنها وذلك اما من
التعزير العارض الذى يفعل عند الحاجة

نصف مال لینا - اور اس غلام کو جس کی
ناک اس کے مالک کاٹ دی مالک کی ملک
سے خارج کرکے آزاد کرنا - اور تھوڑی
مال کے چور سے جس پر حد شرعی (ہاتھ
کاٹنا) جاری نہ ہوسکے دوچند تاوان لے
لینا ایسا ہی گم شدہ چیز کے چھپانے
والے سے - اور ان تین شخصوں پر جو
جنگ تبوک مین پیچھے رہ گئے تھے یہ حکم
لگانا کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے اور وہ
اپنی عورتون کے پاس نہ جائین - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہین کہ
آپنے کسی کو کبھی درہ یا کوڑہ سے پٹوایا
ہو یا کسی کو قید کیا ہو بجز ایسے شخص
کے جس پر کوئی تہمت آئی ہو اسکو اسلیئے
قید کیا ہے کہ اسکا حال کھل جائے -
ایسا ہی آنحضرت کے صحابہ نے کئی قسم
کی تعزیرات نکالی ہین - حضرت عمر تعزیر
مین سر مونڈوا دیا کرتے اور جلاوطن
کر دیتے اور مارتے - اور شراب بیچنے
والونکی دکانین اور بالاخانے جن مین
وہ شراب بیچتے جلا دیا کرتے - حضرت

كما كان يضرب في الخمر ثمانين ويحلق فيها الرأس وينفي عن الوطن وهو كما منع صلى الله عليه وسلم الذين خلفوا عن الاجتماع بنسائهم فيصد اله وجه واما ظننا ان جعل الثلاث واحدة كان مشروطا بشرط وقد زال الخ

(تعبید الشیطان بتقریب اغاثة اللہفان صفحہ ۳۲۷ وغیرہ)

معدؓ کا گھر آپ نے جلا دیا جب وہ اس گھر مین اپنی رعایا سے جنکے حاکم تھے چھپ بیٹھے تھے۔ آپ تعزیرات مین بہت اجتہاد کیا کرتے۔ جنپر اور صحابہ بھی اتفاق کر لیتے اس نظر سے کہ ان تعزیرات کے اسباب اور وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین موجود نہ تھے اور اگر کچھ تھے تو لوگ ان مین بڑھ گئے تھے منجملہ سزا ہی شراب خواری ہے۔ اس مین لوگ بڑھ گئے تو آپ نے چالیس کے اسی کوڑے کر دیے اور جلا وطنی کا حکم بھی دیا۔ ازانجملہ یہ کہ آپ نے معروف درہ بنوایا جس سے آپ اسکے لائق اشخاص کو پٹواتے ازانجملہ یہ کہ آپ نے جیلخانہ بنوایا۔ ازانجملہ یہ کہ جب آپ نے لوگون کو دیکھا کہ وہ طلاق دینے مین بڑھ گئے ہین اور یہ خیال فرمایا کہ وہ بجز سخت سزا کے اس سے باز نہ آئین گے تو انکی سزا دہی کی غرض سے تین طلاقون کو تین ہی کر دیا تاکہ کثرت طلاق سے لوگ باز آئین یہ حکم انہے تعزیری احکام سے ہے جو حاجت کے وقت عمل مین لائے گئے ہین جیسے آپ مثل اب کی سزا مین اسے درے لگواتے۔ سر مونڈواتے اور جلا وطن کر دیا کرتے۔ تا آخرہ

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ تعزیر شراب مجوزہ فاروق اعظم کا حکم شرعی تسلیم کیا جانا ایک خارجی دلیل (اتفاق و اجماع صحابہ) سے ہوا ہے نہ اس لیے کہ وہ ایک خلیفہ راشد کا فعل ہے۔ ایسا ہوتا تو آپ کے ان افعال اور تجویزات کو بھی جنپر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہیں ہوا حکم شرعی تسلیم کیا جاتا۔ لہذا ہمارا تمسک دلیل سوم مین آپ کا فعل نہیں ہے اور نہ اس فعل پر جیسے افعال سلاطین کا قیاس کیا ہے۔

ہمارا تمسک اس فعل کی وجہ اور اصل اقتضول سے ہے جو ہر ایک سزا مین (جو مغایر شرع ہو مگر مخالف نہ ہو) پائی جاتی ہے ۔

ہمارے ان دلائل ثلثہ سے امید ہے ناظرین کو ہمارے دعوی کی صحت و ثبوت کا یقین ہوگا اور اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت (جس مین ایسے احکام سلطنت کو نافذ کرنا پایا جاتا ہے جو احکام شرعیہ سے صرف مغایر ہین مخالف نہین ہین) جائز ہے بشرطیکہ ان احکام کو احکام شرعی نہ سمجھین اور نہ احکام شرعیہ سے بہتر قرار دین ۔

ان دلائل کے معارضہ و مقابلہ مین شاید کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت مین گو احکام شرعیہ کا خلاف نہین کرنا پڑتا مگر اس مین احکام شرعیہ کو ترک تو کرنا پڑتا ہے مثلاً مسلمان مجسٹریٹ جو چوری کی سزا مین قید کا حکم جاری کرتا ہے وہ اس حکم مین گو حکم شرعی (ہاتھ کاٹنے) کا خلاف نہین کرتا مگر اس حکم شرعی (ہاتھ کاٹنے) کا تارک تو ہوتا ہے جو صریح فسق ہے گو کفر نہین ۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ ترک اور فعل مین عدم و ملکہ کا تقابل ہے لہذا کسی کام کا تارک اسی شخص کو کہا جائیگا جس کی شان اور قدرت سے اس کام کا کرنا ہوگا اور پھر وہ اسکو نہ کرے اور جو شخص کسی کام پر قادر نہ ہوگا اسکو اس کام کے نکرنے سے اسکا تارک کبھی نہ کہا جائے گا اور نہ اسپر اس ترک کا حکم (فسق یا کفر) لگایا جائیگا ۔

اس قاعدہ کا لحاظ ضروری نہ ہو اور ہر ایک کو جس سے کوئی کام نہ ہو سکے اس کام کا تارک کہنا جائز ہو تو اس ترک کے الزام سے فی صدی ایک مسلمان نہ بچیگا (مثلاً جس غریب مسلمان نے حج نہ کیا ہو وہ تارک حج ہوگا اور جو صاحب مال بقدر نصاب نہ ہو اور وہ زکوۃ نہ دے تو وہ تارک زکوۃ کہلائے گا ۔ وعلی ہذا القیاس ۔ اور اسکا کوئی مسلمان قائل نہین ہے ۔

+ وہ یہ کہ عہد نبوی و صدیقی کی عبارت صد مخالف نہین گو مغایر ہے ۔

اس قاعدہ کے مطابق مسلمان مجسٹریٹ ماتحت غیر اسلامی گورنمنٹ ہو خواہ ماتحت اسلامی گورنمنٹ جو قوانین شریعت کی پابند نہیں) جو چور کو شرعی سزا نہیں دیتا حکم شریعت کا تارک نہیں کہا سکتا - کیونکہ وہ اس حکم کے اجرا پر قادر نہیں ہے حدود شرعیہ کا جاری کرنا انہی لوگون کا کام ہے جو اہل شوکت وصاحب سلطنت ہون نہ کافہ انام کا لہذا اس کے ترک کا جرم و الزام بہی انہی اہل شوکت وصاحبان سلطنت پر قائم ہو سکتا ہے نہ ماتحت کو لوگون پر - اب پروہ شاید یہ سوال کرین کہ اس اصول پر احکام وحدود شرعی کے تارک گورنمنٹ ٹھہرتے* - اور مسلمان چونکہ اس ترک مین انکے نایب ہین لہذا اس نیابت کے سبب وہ بہی گنہگار رہونگے - اسکا **جواب** یہ ہے کہ مسلمان مجسٹریٹ گورنمنٹ کا صرف اجرا احکام سلطنت مین (جو احکام شرعیہ کے مخالف نہین صرف مغایر ہین) نائب ہے نہ ترک تعمیل احکام شریعت مین - کیونکہ ترک تو ایک عدمی امر ہے اور کام نہ کرنے کا نام ہے اس مین کوئی کسیکا نائب کیونکر ہو سکتا ہے؟ -

ملازمت کے اقسام ثلثہ کی احکام تفصیل و بادلیل بیان ہوئی اب ہم ان احکام کے فروعات نتائج بیان کرتے ہین اور ملازمت گورنمنٹ کی جزئیات وتمثیلات ذکر کرکے یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ وہ جزئیات و امثلہ کس قسم مین داخل ہین - اور کس حکم (جواز یا ممانعت) کا محل و مورد ہین -

گورنمنٹ کی ملازمتین جو ہماری ملک مین پائی جاتی ہین کئی ڈیپارٹمنٹ (صیغون یا مدات) مین منقسم ہین -

جوڈیشل (دیوانی وفوجداری) **فنانشل** (مالی خدمات) **پولیٹیکل** انتظامی

* یہ اعتراض برٹش گورنمنٹ پر ہے تو یہ شافعیہ وغیرہ علماء کے اصول پر وارد ہوتا ہے جو کفار کو مخاطب فروع جانتے ہین نہ اصول مذہب حنفیہ پر جو کفار کو فروع اسلام کا مخاطب نہیں سمجھتے (دیکھو مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول) اس بحث مین کافر بمعنے الفتبدل نہین بلکہ بمعنی غیر مسلم ہے - دیکھو رسالہ اقتصاد

(ملکی معاملات) ملٹری (فوجی خدمات) پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (تعمیر مکانات و انہار وغیرہ) ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ (تعلیم) میڈیکل ڈیپارٹمنٹ (طبابت یا ڈاکٹری) پوسٹل ڈیپارٹمنٹ (ڈاک) ٹیلی گراف ڈیپارٹمنٹ (سررشتہ تاربرقی) پولیس وغیرہ وغیرہ۔

اس مقام میں ہم بعض مدات کے متعلق چند مثالون کی ذکر و بیان حکم پر اکتفا کرتے ہین باقی ماندہ اشیاء کا حکم ناظرین اہل علم کو انہین مثالون سے معلوم ہو جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

پس واضح ہو کہ منجملہ جوڈیشل ملازمت ایک عہدہ مجسٹریٹی ہے جس کا اعلے اور اصلی فرض مقدمات فوجداری کا فیصلہ کرنا ہے۔ ان قوانین سلطنت کے مطابق جو احکام شریعت سے صرف متغایر ہین۔ مخالف نہین ہین (اور وہ فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) بعض اضلاع مین مجسٹریٹ کو یہ خدمت بہی سپرد ہوتی ہے کہ وہ شراب کی سرکاری بہٹیون کی نگرانی کرے۔ اور شراب کے درجہ تیزی کا امتحان کرکے اس کی استعمال کی اجازت دے (جو نوع اول قسم سوم مین داخل ہے)۔ بعض اضلاع مین یہ خدمت تحصیلدارون کے سپرد ہوتی ہے جسکا ذکر فنانشل مین آتا ہے۔

وازانجملہ منصفی ہے جسکا فرض دیوانی مقدمات متعلقہ لین دین کا فیصل کرنا ہے ان مین بعض مقدمات تو عین احکام شریعت کے مطابق ہوتے ہین جیسے اہل اسلام کے مقدمات وراثت۔ وصیت۔ طلاق۔ نکاح۔ تقسیم۔ ہبہ۔ شفعہ دخل مبیعات وغیرہ وغیرہ (جنکے مطابق فیصلہ قسم اول مین داخل ہے) اور بعض ان قوانین کے مطابق ہوتے ہین جو احکام شریعت سے صرف متغایر ہین نہ مخالف جیسے ملک کے ثبوت و شہادت مین دیوارون کے طاقون کو اور دیوارون

ورثہ بیویون کے رکھے جانے کو دلیل قرین قیاس سمجھنا (جنپر فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ایسے قوانین کے موافق ہوتے ہین جو شریعت کے مخالف ہین جیسے غیر مسلم گواہون کی شہادت کو قبول کرنا اور کئی ذریبی ودنیا بعض اقوام کے رسم و رواج کے لحاظ سے زوجہ اور لڑکیون کو محروم الارث کرنا وعلی ہذا القیاس (جنکے مطابق فیصلہ کرنا نوع اول قسم سوم مین داخل ہے)

ازانجملہ - اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری جسکا اصلی فرض فصل مقدمات جوڈیشل مال ہے (یعنے وہ مقدمات جو مالک اور مزارعین کے متعلق بابت حقوق اراضی ہون) ان مقدمات سے بعض مقدمات تو احکام شریعت کے عین مطابق ہوتے ہین جیسے حصہ نصف یا ثلث پیداوار زمین یا نقدی حق مالکانہ مالک کو دلانا (جسکا فیصلہ نوع اول مین داخل ہے) اور بعض ان احکام سنت کے موافق جو شریعت سے صرف مغایر ہین نہ مخالف جیسے مزارعان موروثی کی بسبب دخیل کار قانون (جنکے مطابق فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ایسے قوانین کے مطابق جو شریعت کے مخالف ہین جیسے رسم و رواج ملک کے لحاظ سے عورتون کو حقوق مالکیت سے محروم کرنا جو نوع اول قسم سوم مین داخل ہے ایسی اسسٹنٹ کمشنری ہے

پنجاب مین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرون - اور اسسٹنٹ کمشنرون کو مجسٹریٹون اور منصفون کے فرائض (فصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی تفویض ہوتے ہین جنکا حکم بیان ہوچکا ہے -

ہندوستان کے اضلاع مین ان عہدون کی جگہہ ریونیو اسسٹنٹ کمشنر ڈپٹی کلکٹر کے عہدے ہین - اور انکے یہی فرائض ہین -

ایسے ہی خفیفہ ججی ہے جسکا فرض فصل مقدمات دیوانی ہے جو جائداد منقولہ کے متعلق ہون - اور ڈسٹرکٹ ججی (جس مین عام مقدمات دیوانی (جائداد

منقولہ کے متعلق ہون خواہ غیر منقولہ کے) کا انفصال ہوتا ہے اور اسی مین مجسٹریٹی کا فرض فیصل مقدمات فوجداری بھی شامل ہوتا ہے۔

اور منجملہ فنانشل ملازمت ایک تحصیلداری ہے جسکا فرض تحصیل معاملہ اراضی ہے اور وہ قسم دوئم مین داخل ہے) بعض رقوم جنکو تحصیلدار وصول کرتا ہے ایسے ہیں جنکے وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے جیسے شراب وغیرہ مسکرات کا محصول اور وہ قسم سوئم مین داخل ہے) تحصیلدارون کو مجسٹریٹون اور ججون کے بعض اختیارات (فیصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی حاصل ہوتے ہین۔ جیسا کہ بیان ہوچکا ہے ... کے ضلع مین تحصیلدارون کی مالی خدمت کا سلسلہ [illegible] اسسٹنٹ کمشنر ڈپٹی کلکٹر اور کلکٹر کمشنر تک منتہی ہوتا ہے۔

وار منجملہ عہدہ ... ہے جسکا فرض زمین کی پیمایش کرانا اور بلحاظ پیداوار اسکے اقسام کی تشخیص کرنا اور ان اقسام کی حیثیت کے موافق خراج تجویز کرنا ہے۔ ان اصول و قواعد کے ... جنسے شریعت ساکت ہو یا وہ شریعت سے صرف مغایر ہین نہ مخالف (جیسے یہ قانون کہ جس زمین سے نیل پیدا ہوتا ہے اسپر اسقدر خراج لگایا جائے اور جس سے دھان پیدا ہو اسپر اسقدر (جو قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) ایسا ہی عہدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ و سپرنٹنڈنٹ وغیرہ ہے جس مین اس قسم کے اختیارات کو درجہ بدرجہ وسعت ہوتی جاتی ہے۔

پولیٹیکل ملازمت کے عہدے جو اسوقت تک دیسیون کو میسر آتے ہین سکرٹیریٹ (محکمہ سکرٹری لوکل گورنمنٹ و فارن سکرٹری سپریم گورنمنٹ) یا محکمہ پولیٹیکل ایجنٹ کی سررشتہ داری یا عہدہ اتاشی اور اس کے ماتحت و متعلق عہدے ہین یا سفارت ریاست یا حکومت غیر جس کی فرائض انتظام ملک و حفظ حقوق سلطنت ہو۔ ان اصول

و قوانین کے مطابق جو شرع کے موافق ہین (جیسے ریاست ماتحت یا حاکم غیر کو
جنگ نکرنے اور صلح قائم رکھنے کا معاہدہ اور اسکی شروط) یا وہ شرع سے صرف مغائر
ہین جیسے شرائط جدید جو شرع سے ثابت نہون (جنکی نظر سے یہ ملازمت قسم اول یا
نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے)۔

ملٹری ملازمت کے دو حصہ ہین ایک حصہ تلوار وغیرہ ہتھیارون کی نوکری ہے جو ادنی
سپاہی سے اعلی عہدہ دار تک شامل ہو **دوسرا** اسکی متعلقات کی نوکری۔
(جیسے بارکین وغیرہ عمارتین بنوانا سڑکین بنانا پولش نقشہ کشی کرنا وغیرہ (جو
ملٹری ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق ہین)

پہلے حصہ کے اصول اور اصل **مقصود** کو دیکہا جاتا ہے کہ وہ سلطنت کی حفاظت
اور حملہ غیر سے اسکی مدافعت ہی) اور **ساتھ ہی** اسکے اسی سلطنت کی برکات
اور فوائد کا (جو اہل ملک کو عموما اور اہل اسلام کو خصوصا پہنچے ہین کہ سکہون و
غیرہ ظالم اقوام کی مزاحمتون سے انکو نجات دی اور ادا ے شعائر اسلام کی پوری
ازادی انکو عطا فرمائی ہے) لحاظ سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور **ساتھ ہی**
اسکے اپنی رعایا ہونے اور برٹش گورنمنٹ کے معاہد ہوجانے کیطرف نظر کیجاتی ہو
تو سبکو صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ حصہ نوکری قسم اول مین داخل ہے۔ اور اس
مین اس عہد (حقیقی یا حکمی۔ لفظی یا معنوی۔ صریحی یا ضمنی) کا جو ہم گورنمنٹ کو دے چکے ہین
اور اس سے کوئی فرد رعایا برٹش گورنمنٹ سے خالی نہین ہے (چنانچہ ہمارے رسالہ اقتصاد
فی مسائل الجہاد کے صفحہ ۴۹ وغیرہ مین اسکا تفصیلی ثبوت موجود ہے) ایفا عمل مین آتا ہے
یہان شاید کوئی **دیندار** (مگر ناواقف) بہائی یہ اعتراض کرے کہ یہ حکم جواز
اسی حالت مین اور اسیوقت تک صحیح و مسلم ہے کہ گورنمنٹ اس اصول پر (جو بیان ہوا ہے)
قائم رہے اور اس سے آگے نہ بڑہے مگر ممکن ہے کہ وہ اس سرگز سے تجاوز کرے اور اسلام

داہل اسلام سے بلا وجہ و ناحق کسی نہ کسی دن تعرض کرے اس امکان کے ساتھ ملازمت تلوار
کیونکر جائز اور قسم اول مین داخل ہو سکتی ہے ۔

اس کا جواب یہ ہو کہ دین و مذہب اسلام سے تو گورنمنٹ کا تعرض کرنا عادۃً محال اور امکان عادی سے خارج ہے ۔ مذہبی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) کو گورنمنٹ بلحاظ صوبہ سلطنت فرض جانتے ہین ۔ اور کسیکے مذہب سو (مسلمان ہو خواہ ہندو یا غیر) دست اندازی کو کبھی روا نہین رکھتی اسیواسطے نہ آجتک کبھی مذہب اسلام سے گورنمنٹ نے تعرض کیا نہ آیندہ اس تعرض کا امکان ہے ۔

رہا اہل اسلام سے بخیال ملک و سلطنت اسکا بیجا و ناحق تعرض آسکا جیسا ہونا ممکن ہے ویسا ہی نہ ہونا بھی ممکن ہے اور یہ امر متیقن اور متعین نہین ہے کہ وہ تعرض ضرور واقعہ ہوگا ۔ لہذا مجرد امکان و وہم و گمان سے اس نوکری کا عدم جواز ثابت نہین ہو سکتا اس عدم جواز کے لیے تعرض بیجا کا دم نقد موجود ہونا یا اوسکے وقوع کا متیقن ہونا شرط ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱۱) جلد (۵) بضمن مضمون نوکری کفار کی نوکری ۔ اس امر کو ہم ثابت کر چکے اور اس کے ثبوت و شہادت مین حضرت خباب صحابی کا عاصی بن وائل کے لیے تلوار بنانا (جس کا مجمل ذکر قرآن مین اور مفصل حدیث مین موجود ہے اور اسسے کسی نوع کا انکار خدا اور رسول کیطرف سے وارد نہین ہوا) پیش کر چکے ہین حالانکہ اس تلوار مین بہی یہ امکان موجود تہا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین عاصی وغیرہ کفار مکہ کے کام آتی اور اسسے کسی مسلمان بے گناہ کی جان ماری جاتی اس امکان کے ساتھ وہ فعل خباب صحابی کا خدا اور رسول نے جائز و برقرار رکہا تو اس امکان موہوم سے برٹش گورنمنٹ کی تلوار کی نوکری کیون کر ناجائز ہو سکتی ہے ۔

یہی حال و حکم اس ملازمت کے دوسرے حصہ کا ہے کیونکہ وہ پہلے حصہ کے مبادی اور وسائل

ہے اور حکم جواز وعدم جواز مین اسکا تابع ہے رہا بجای خود تعمیر عمارت ونقشہ کشی وغیرہ کا حکم سو ذیل مین بیان ہوتا ہے۔

پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق جسقدر نوکریان ہین زنہرین کہودوانا۔ عمارات کار آمد گورنمنٹ یا عامہ خلائق بنوانا یا انکی حفاظت کرنا۔ نہرون کا پانی زمیندارون کو دینا۔ اسکا معاوضہ انپر لگانا۔ زمینون اور جنگلون کی پیمائش کرنا اس کے نقشہ بنانا۔ تحریر وحساب کا کام کرنا وغیرہ یہ سب **قسم اول ودوم** مین داخل ہین اور بعض کام **نوع دوم** قسم سوم مین۔ ہمارے علم وتحقیق مین ان نوکریون مین دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت کوئی نہین ہے جسکی نظر سے وہ نوع اول قسم سوم مین داخل ہوسکین۔

ان نوکریون مین بہی گو ناجائز امور کا پیش آنا ممکن ہے (مثلاً کسیکو ایسے مکان کا نقشہ بنانا پڑے جسکا نقشہ بنانا جائز نہ ہو یا ایسی عمارت بنوانا پیش آوے جو ناجائز ہو) مگر اس کے ساتھ ہی یہ بہی ممکن ہے کہ اتفاق اسکی مدت ملازمت مین کبہی نہ ہو **لہذا** اس احتمال سے اصل ملازمت ناجائز ونوع اول قسم سوم مین داخل نہین ہوسکتی۔ ناجائز ہوگا تو خاص کر وہی فعل بد جو اس سے کسی خاص وقت مین سرزد ہوگا

ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ پوسٹل ڈیپارٹمنٹ تیلی گراف ڈیپارٹمنٹ کے متعلق نوکریون کا بہی یہی حال وحکم ہے۔ انمین بہی کوئی دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت نظر نہین آتی **لہذا** یہ نوکریان بہی قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہین۔ یہان بہی امکان وقوع معصیت ہو تو اس کے مقابلہ مین امکان عدم وقوع بہی موجود ہے جس سے اصل ملازمت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ملازمت تعلیم مین شاید کوئی یہ **اعتراض** کرے کہ اس مین علوم فلسفہ وطبعیات پڑہلے جاتے ہین جن سے مسائل وعقاید اسلام کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ تاہم

وجہ ہے کہ ان علوم کو پڑھکر مسلمان طالب علموں کے عقائد خراب ہوجاتے ہین پھر
یہ ملازمت نوع اول قسم سوم مین کیون داخل نہین ہے ؟ -
اس اعتراض کا مفصل جواب تو ہم عنقریب مضمون "تعلیم انگریزی" مین دینگے
اس مقام مین اس اجمال پر اکتفا کرتے ہین اور چنانچہ پہلے بہی کسیقدر رضوان نمبر ۶
جلد ۵ کہہ چکے ہین کہ ان علوم کی تعلیم اب رک نہین سکتی - کیونکہ عام لوگون کی
غرض دنیاوی ان علوم کے متعلق ہے - ایک مسلمان ان علوم سے بچیگا تو اوسکا
دوسرا بہائی اُنکو پڑہیگا - مسلمان سبہی ان علوم سے تائب ہوجائین گے تو ہنود وغیرہ
پڑہکر اُسکو دنیا مین پہیلائین گے اور ان کے ذریعہ سے مسائل اسلام پر وہ اعتراض جائینگے
جنکو مسلمان اپنی ناواقفی کے سبب اٹہا نہ سکین گے لہذا اس مضرت سے بچنے کی
صورت یہ نہین ہے کہ مسلمان ان علوم کو نہ پڑہین اور کبوتر کی نا (جسپر بلی حملہ کرتی ہے
تو وہ آنکہہ بند کر لینے کو اپنی نجات کا موجب سمجہتا ہے) ان سے آنکہہ بند کر لین بلکہ اس
مضرت کی بچاو کی اسوقت یہی صورت ہے کہ وہ ان علوم سے بخوبی واقف و ماہر ہوکر ان
کے غلط مسائل کا ابطال کرین - اور صحیح مسائل کی مسائل اسلام سے تطبیق کرین اس
صورت مین ان علوم کی تعلیم و تعلم کیونکر ناجائز - اور نوع اول قسم دوم مین داخل ہوسکتی
ہے - مگر اسمین یہ شرط ضروری ہے کہ مسلمان ان علوم کے ساتھ اپنے قدیمی علوم
عقلی و نقلی بہی پڑہین اور ان کے ذریعہ سے اپنے عقائد اسلام کا استحکام کرتے رہین
ورنہ ان کے عقائد ضرور خراب ہون گے اور مروجہ علوم ان کو مضرت پہنچائین گے
اس احتمال کے ساتہہ بہی ان علوم کی تعلیم مطلقاً ناجائز نہین ہوسکتی - کیونکہ یہ احتمال
متعین اور متیقن الوقوع نہین ہے - اسکے مقابلہ مین وہ احتمال بہی موجود ہے -
جس سے اس تعلیم کا جواز ثابت کیا گیا ہے - یعنی مسلمانون کا ان علوم سے واقف ہوکر انکی تردید کرنا
میڈیکل (ڈاکٹری) تعلیم اور ملازمت مین اکثر پابند مسلمانون کو یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے

کو ڈاکٹری علاج مین شراب کو استعمال کرنا ایک لازمی امر ہے اور ڈاکٹری تعلیم و علاج مین مردون کا چیرنا (جس مین مسلمان کی نعش کا پیش آنا بہی ممکن ہے۔ اور اس مین مسلمان مردہ کی اہانت متصور ہے جس سے شرع مین ممانعت وارد ہے) بہی لازمی امر ہے۔ پہر یہ ملازمت کیونکر جائز ہے اس کا بہی مفصل جواب تو ہم مضمون تعلیم انگریزی مین دینگے اس مقام مین اس اجمال کو کافی سمجہتے ہین کہ اول تو وہ شراب جسکو ڈاکٹر استعمال کرتے اور کراتے ہین سبہی اس قسم سے نہین ہوتی جسکو شرع شراب قرار دیتی ہے۔ شرع مین شراب اوسی پینے کی چیز کو کہتے ہین جو عقل کو ڈہانک لے۔ ایسی شراب کا قدر کثیر نشہ پیدا کرے تو اسکا ایک گہونٹ بہی حرام ہے (جیسا کہ احادیث منقولہ حاشیہ سے ثابت ہے۔)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل شراب سکر فہو حرام وعن عمر الخمر ما خامر العقل (بخاری صفحہ ٨٣٧) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ترمذی)

اور ڈاکٹرون کی استعمال مین بعض شرابین ایسی ہین جنکو کوئی نہین پیتا اور نہ وہ پینے کے لائق ہین وہ صرف ادویات مین ڈالی جاتی ہین (جیسے اسپرٹ) اور بعض ان مین ایسی بہی ہین جو پی جاتی ہین مگر وہ نشہ نہین لاتین اور عقل کو ڈہانک نہین لیتی خواہ کتنی ہی پی جاوین۔ یہ باتین (جو ہمکو متدین مسلمان ڈاکٹرون سے پہنچی ہین) سچ ہین تو یہ شرابین شرعاً شراب نہین کہلاتین گو یورپ والے ان کو وین (یعنے شراب) کہتے ہین۔

اور اگر بعض ادویہ مین بالعض اوقات دوسری شراب کو استعمال کرتے کراتے ہین جو شرعاً شراب اور حرام ہے تو یہ امر ملازمت یا معالجہ ڈاکٹری کے لیے لازمی نہین ہے ڈاکٹر مسلمان ہو اور وہ شراب کی استعمال سے پرہیز کرنا چاہے تو یہ امر بہی اس کے لیے ممکن ہے۔ کیونکہ دواؤن مین ایک دوسری کا بدل موجود ہے۔ ایسی دوا غالباً کوئی

* یعنے مسلمان اور متدین ڈاکٹرون سے سنا ہے کہ پورٹ وین ایسی ہے مگر ہمکو اسکا ذاتی تجربہ نہین ہے۔ ہمارے احباب ڈاکٹر جنکو اسکا ذاتی تجربہ حاصل ہو آپ ہمکو اطلاع دین۔

نہ ہوگی جس کا بدل دوسری دوا نہو (یہ امر یونانی طب اور یونانی معالجہ سے ہمارے تجربہ مین آچکا ہے) اس امکان احتراز کے ساتھہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹری علاج مین شراب کا استعمال لازمی ہے وبنا ہً علیہ یہ نوکری اور اسکی تعلیم مطلقاً ناجائز ہے۔ مردہ کو چیرنے مین اس کی اہانت اسوقت متصور ہے جب کہ اوس کے چیرنے مین کوئی نیت نیک نہو اور کوئی ضرورت اوسپر باعث نہو صرف کھیل وتماشا دیکھنا اور مردہ کا ذلیل کرنا پیش نظر ہو۔ نیک نیتی سے بغرض علاج زندہ مسلمان مرد یا عورت کا ہاتھہ یا پاؤن کاٹ دینا۔ اور اجنبی عورت کی محل ستر کو دیکھنا چھونا منع نہین ‡ ہے تو بعد موت کیونکر منع ہو سکتا ہے ‡۔ اگر کوئی غرض محمود (جیسے زہر دینے کا ثبوت یا تشریح کی تعلیم) اسکے متعلق ہو یا ایسی کوئی ضرورت پیش آوے جو بحکم قاعدہ فقہیہ مسلمہ منقولہ حاشیہ ممنوع کو جائز بنا دیتی ہے۔

الضرورات تبیح المحظورات
(اشباہ وغیرہ کتب فقہ)

ومعہذا یہان بھی اس امکان کے مقابلہ مین ہم ایسا امکان موجود ہے کہ ایک طالب العلم کی مدت تعلیم مین یا ایک ڈاکٹر کی مدت ملازمت مین مسلمان مردہ کی نعش پیش نہ آوے۔ گو یہ امکان وقوعات موجودہ کی نظر سے بعید ہو۔ اس امکان کے ساتھہ اصل ملازمت یا تعلیم کیونکر ناجائز ہو سکتی ہے ناجائز ہوگا تو خاص وہی فعل بفروض الاہانت جو مسلمان نعش سے کیا جائیگا۔ ورگناہ

‡ صحیح بخاری وغیرہ مین حدیث ہے کہ ایک عورت کے پاس آنحضرت کے مخالف ایک تحریر تھی جو مشرکین مکہ کے پاس وہ لے جارہی تھی حضرت علیؓ نے آنحضرت کے حکم سے اسکا تعاقب کیا اور روضہ خاخ مین جا کر اس کو پکڑ کر اسکا مطالبہ کیا تو وہ انکاری ہو گئی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو وہ تحریر نہ نکالیگی تو ہم تجھے برہنہ کرکے تیری تلاشی لینگے اس ڈر سے ماری شدہ وہ تحریر نکالدی اس قول مرتضوی سے صاف ثابت ہے کہ بغرض ضرورت وقت اجنبی عورت کے محل ستر کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ دہمکی کے طور پر بھی اسکا ارادہ ظاہر نہ کرتے۔

‡ آنحضرت کا یہ ارشاد کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہماری قول کا مؤید ہے صاف منشا ہے کہ زندہ ومردہ کا ایک حکم ہے۔ پس جس نیت سے زندہ کا پیٹ چیرنا ہڈی کا کاٹ دینا جائز ہے ویسی نیت سے مردہ کا بھی جائز ہے ۱۲

ہو گی تو خاص اسوقت ہو گا جب یہ فعل اس سے سرزد ہو گا -

پولیس کا اصلی فرض عام لوگوں میں امن قائم رکھنا ہے اور چوروں اور مفسدوں سے انکی حفاظت کرنا جو مستحسن امر ہے اور قسم اول میں داخل ہے اس حفاظت کے طریق میں انکو بعض امور ایسے بھی پیش آتے ہیں جو شریعت سے مغایر یا مخالف ہیں - ان امور میں وہ مجسٹریٹوں سے کم ہیں - کیونکہ ان کو کسی مقدمہ کے حکم اور فیصلہ کا اختیار نہیں ہے -

ان ڈیپارٹمنٹوں کے متعلق اور ان سے خارج اور بہت سی نوکریاں اور پیشے ہیں جنکا یہی حال و حکم ہے جو مذکورہ بالا نوکریوں کا بیان ہوا -

ازانجملہ وکالت یا مختارکاری بعموم الوقوع ہونے کے سبب قابل ذکر ہے جسمیں شریعت کے موافق و مخالف (دونو طرح) عمل ممکن ہے - بلکہ اگر اس میں کوئی شریعت کا اتباع و توافق چاہے تو ملازمت کی نسبت آزادی اور آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے -

وکیل مسلمان اور خدا ترس ہو تو وہ ایسا کوئی مقدمہ نہ لے جس میں حق کو ناحق کرنا پڑے - حتی الوسع کوشش و تحری کر کے وہی مقدمہ لے جس میں اسکو حق کا علم حاصل ہو - پھر اس حق کی تائید میں جس دلیل یا قانون کو چاہے پیش کرے اور جس طریق کو پسند کرے اختیار کرے - اسی امکان کی نظر سے وکالت یا مختارکاری **قسم اول** میں داخل ہے اور خدا ترس متدین مسلمان کے لیے دنیاوی ترقی کا یہ عمدہ اور معزز ذریعہ ہے -

ملازمت کی یہ چند **مثالیں** (جنکا حال و حکم بیان ہوا ہے) ہمارے اخوان دین خصوصاً قسم دوم مسلمین کی نظروں میں غالباً تین قسم نظر آئینگی -

قسم اول وہ نوکریاں جنمیں نہ دم نقد اور بالفعل کسی قسم کی معصیت کا وجود ہے

اور شاید آئندہ اسکی یقینی وقوع کا اندیشہ ہو (جیسے شہر سیڑک تار اور ڈاک کی نوکریاں)

اس قسم کی نوکریوں کو تو امید ہے ہمارے اخوان دین ہمارے دلائل سابقہ کو پڑھکر جائز و قسم اول اقسام ملازمت میں داخل مان لینگے اور ان کی نسبت عدم جواز کے حکم و خیال کو غلط قرار دینگے۔ اور ان میں امکان بعید معصیت کو لائق لحاظ نہ سمجھینگے۔

امثلہ قسم دوم وہ نوکریاں جن میں اگرچہ بالفعل معصیت کا وجود نہیں مگر اس کا قریب الوقوع امکان ہے (جیسے ڈاکٹری جسمیں بقیاس واقعات موجودہ امکان معصیت قریب الوقوع ہے)۔

اس قسم نوکری کا حکم بھی ہمارے بھائیوں کو جواز ماننا پڑیگا اگر وہ ہمارے دلائل و بیان سابق کو غور سے پڑھینگے اور ان اصول کو توجہ سے سوچینگے کہ حکم حرمت ملازمت کے لیے اس میں معصیت کا بالیقین واقع ہونا شرط ہے اور عدم معصیت کا امکان (بعید کیوں نہو) اس یقین کا دافع و مخالف ہے۔ اور بعض اوقات میں (اگرچہ اکثر ہوں) معصیت کا واقع ہونا اصل عقد کو باطل و ناجائز قرار نہیں دیتا اگر اصل عقد میں وہ معصیت مشروط نہو اور اس سے اسکا تفارق ممکن ہو۔"

اس مقام میں شاید ہمارے دیندار پرہیزگار اخوان اہل اسلام یہ اعتراض کریں کہ جس نوکری میں گناہ کا امکان قریب ہو خواہ بعید وہ حرام نسہی مشتبہ تو ہوگی۔ اور شبہات سے بچنا بھی اہل دین کے لیے ضروریات سے ہے جیسا کہ حرام سے۔ **آنحضرت** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز میں شبہ ہو اس کو چھوڑ دو۔ (دع ما یریبک الی ما لا یریبک (مشکوٰۃ صـ ۲۴۳))

اور فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ ان دونوں میں ایسی

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینہما مشتبہات لا یعلمہن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات استبرأ لدینہ وعرضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ۔
(مشکوۃ صـ ۲۳۳)

چیزین بھی ہین جن مین حلال وحرام دونون کا شبہہ ہے اور ان کو بہت لوگ نہین جانتے۔ جو ایسی چیزون سے بچا اس نے دین اور آبرو کو بچایا اور جو ان مین مبتلا ہوا وہ حرام مین واقع ہوگا اس چرواہے کی مانند جو رکھ کے ارد گرد جانورون کو چراتا ہے وہ قریب ہے کہ ایک دن رکھ کے بیچ مین جا پڑے۔

لہٰذا مسلمانون کو یہی مناسب ہے کہ ایسی نوکری نہ کرین جسمین گناہ کا اندیشہ یا امکان بھی ہو (لعبیہ بھی کیون نہ ہو) عزیبانہ حرفتون اور کامون پر قناعت کرین یا دنیاوی شغل کچھ بھی نہ کرین مسجدون مین بیٹھکر خدا کی یاد مین لگے رہین یا علم دین کے شغل مین مصروف رہین اور رزق کے لیے خدا پر توکل کرین۔

اسکا **جواب** یہ ہے کہ اگر ہمارے ان دیندار مسلمان بھائیون کو دنیا مین ایسے اشغال وکاروبار میسر آتے ہون جن مین کسی معصیت کا اندیشہ نہ ہو تو ہم نہایت خوشی بلکہ تمنا دلی سے انکو یہی مصلحت ومشورہ دین گے کہ وہ ان ہی کاروبار واشغال سے اپنا دنیاوی کام چلائین اور ان ملازمتون کا جن مین معصیت کا امکان و اندیشہ ہو ہرگز قصد نہ کرین۔ مگر جہانتک ہم نظر وفکر کا گھوڑا دوڑاتے ہین ہمکو ایسا سیدان اشغال دنیاوی کا کوی نظر نہین آتا جس مین کسی معصیت کا امکان واندیشہ نہو پھر ہم کسی اور شغل کو ان نوکریون پر کیونکر ترجیح دین اور ان نوکریون سے اجتناب کر کے اہل اسلام کی عزت وثروت متصور ہے ان اکثر اور اشغال کا اجر جو نہ گناہ مین ان نوکریون کے برابر ہین اور موجب ذلت وفلاکت ہونے مین ان سے بالاتر

کیونکہ مشورہ دین اس مقام مین ہم **حرفت و تجارت** کے چند امثلہ ذکر کرکے یہ دکہانا چاہتے ہین کہ ان مین معصیت کا خوف و اندیشہ نوکریون سے بڑہکر نہین تو کم بہی نہین ہے جو مسلمان **معمارون نجارون لوہارون اور تھلیون** کا کام کرتے ہین وہ کیا مسجدون اور متدین مسلمانون کے مکانون ہی مین لگے رہتے ہین ہندون اور عیسائیون کے ایسے مکانون مین کام نہین کرتے جن مین وہ ناچ کرائین غیر اللہ کی عبادت کرین یا افعال بد کے مرتکب ہون۔ اور ان کا ان مین انکو رات دن رہنا معصیت نفسیب نہین ہوتی؟ جب جاے امکان جو مسلمان **دہوبی** کپڑے دہوتے **یا درزی** سیتے **یا رنگریز** رنگتے ہین وہ کیا ان ہی متدین مسلمانون کے کپڑے دہوتے یا سیتے یا رنگتے ہین جو ان کپڑون مین عبادت کرین ان سے معصیت کا کام نہین ظالمون فاسقون عیاشون کے کپڑے وہ نہین دہوتے سیتے رنگتے جن سے وہ ظلم اور فسق کا کام لیتے ہین۔

جو مسلمان نائی کا کام کرتے ہین وہ کیا ان ہی لوگون کی اصلاح بناتے ہین جو سنت و شریعت کے موافق بنواتے ہین۔ ڈاڑہی* مونڈوانے اور سر پر **بابری** رکہوانے والون کی حجامت وہ نہین بناتے۔

اسی قسم کے سوالات ہر ایک پیشہ و حرفہ والون (موچی۔ نیچی۔ دہنیا۔ جولاہہ) پر ہو سکتے ہین۔

تجارت جس قسم کی کوئی کرنا چاہے اسمین یہ التزام نہین ہو سکتا کہ جو چیز فروخت ہو وہ ایسے شخص کے ہاتہہ ہو جو اس سے معصیت کا کام نہ لے جن چیزون

* ڈاڑہی مونڈانا ایک تو یہ ہے کہ سبہی صفاچٹ کرائین جو فاسقون کا کام ہے۔ ایک یہ بہی ہے کہ رخسارون و لب زیرین کے اوپر سے اور ٹہوڑیون کے نیچے سے مونڈائین جس سے اکثر متدین مسلمان اور خصوصاً مولوی صاحبان بہی نہین بچتے۔

کوئی فروخت کرے گا انکا گناہ کے کامون مین اور خاص کر اون کامون مین جن کے
متعلق مذکورہ بالا نوکریون کو گناہ خیال کیا گیا ہے صرف ہونا ممکن ہے۔ جس سے
بائع کا معاون معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور اگر مسلمانان اہل حرفہ یا تجارت یہ التزام کرلین کہ وہ کسی شخص کا کوئی ایسا کام نکرینگے
جو معصیت ہو۔ معمار یہ قسم کہالے کہ مین کسی غیر متقی کا مکان نہ بناؤن گا درزی
یہ عہد کرلے کہ مین بجز نمازی پرہیزگار کے کسیکا کپڑا نہ سیونگا۔ کاتب یہ التزام
کرلے کہ مین بجز قرآن وحدیث یا اور دینی مضامین کے کسی مضمون کی کاپی نہ لکھونگا
تاجر یہ پیمان کرے کہ مین کپڑا ایسے شخص کے ہاتھ جو بے نماز ہو۔ لکڑی۔ چونہ اسکو
کے ہاتھ جو اس سے اپنا مکان بنوائے جس مین وقوع گناہ کا امکان ہو فروخت نکرونگا
تو اولاً۔ یہ ایک ایسے امر کا التزام ہے جو عادت اور واقعات دنیا کی نظر سے
خارج از امکان ہے۔ اور اگر بطور فرض محال اسکو ممکن بھی فرض کرلین تو ان
کامون اور ذریعون کا ایسا معاوضہ جس مین آمیزش خبث وحرمت کا احتمال وامکان
نہ ہو کا میسر آنا ناممکن ہے دنیا مین جسقدر ناجائز کام اور پیشہ ہوتے ہین (شراب
فروشی۔ زناکاری۔ سودخواری وغیرہ وغیرہ) ان کا معاوضہ تمام ملک کے اموال
مین مخلوط ہے۔ اور خاص کر سود (جس سے کوئی دوکان کوئی خزانہ کوئی ساہوکاری یا
سرکاری بنیک جہان سے عموماً روپیہ نکلتا ہے خالی نہین ہے) کی آمیزش سے
تو کسیکا مال محفوظ نہین ہے۔ یہ التزام متدین اہل اسلام کا اس وقت ہوسکتا ہے
جبکہ دنیا مین فرشتے آبسین اور وہ روپیہ بھی آسمان سے لائین جو عالم بالا کا مضروب
ومسکوک ہو اور انہین سے وہ اپنے معاملات کرین مگر اسمین یہ مشکل ہے کہ فرشتے
ان کامون سے کے محتاج نہین ہین مسجد مین بیٹھکر گناہون سے بچنے اور ذکر وعبادت
وشغل علمی مین بلا خوف معصیت مصروف رہنے کا خیال بھی سودا ہے محال ہے۔ الی

ایسی امکانی و احتمالی بلکہ اس سے بڑھکر یقینی اور دم نقد معصیت وہان موجود ہے
جسقدر گناہ (بدگوئی - خود غرضی - حق پوشی - ایمان فروشی) مسجد کے اکثر ملانون
سے ہوتی ہین وہ فساق اہل دنیا سے بہی نہین ہوتی اور عجب و ریا و تکبر و تفاخر
مین تو ان کا کوئی ہمسر نہین ہے - یہ گناہ ان کو اس عہدہ مسجد نشینی مین ضرور
کرنے پڑتے ہین اور اگر وہ ان سے بچین تو ان کی شخصیت و مشیخت مین فرق آتا ہے
اور عہدہ مسجد نشینی بہی ہاتہہ سے جاتا ہے -

توکل کا تو مسجدون مین نام و نشان نہین ہے اور جسقدر حرص و بے صبری اور لوگون
پر امید و اعتماد ان ملانون مین ہے دنیا دارون مین کہان ہے پتہ ملتا ہے کہ مسجد
کا کواڑ کہڑکہڑاتا ہے تو یہ سمجہتے ہین کہ روٹی آئی کوئی اہل دنیا مسجد مین خواہ کسی مطلب
کے لیے آئے تو یہی امید رکہتے ہین کہ کچہ ہدیہ یا شکار آیا اور اگر ہم بعض شاذ و نادر
اہل مسجد کی نظر و قیاس سے یہ مان لین کہ مسجد نشین سبہی ایسے ہوتے ہین جو اپنی
شخصیت و مشیخت نہین چاہتے محض حسبۃً للہ مسجدون مین خلوت گزین ہین اور
اور توکلاً علی اللہ ذکر و شغل علم مین مصروف ہین تو پہر ان حضرات کی قوت لایموت
مین وہی احتمال آمیزش خبث موجود ہے - جو کچہ ان کے کہانے پینے مین آتا ہے
یہ وہی تو ہے جو ان اشغال دنیاوی علی الخصوص ملازمت سے پیدا ہوتا ہے -

ہمنے بڑے بڑے زہاد و عباد اہل اللہ کو دیکہا اور اب تک دیکہہ رہے ہین جو انہی اہل
دنیا خصوصاً اہل ملازمت کا مال کہاتے اور ان ہی اموال سے اپنا گزارہ چلاتے
ہین - ان حالات و واقعات کے ساتہہ ہمکو انصاف کب اجازت دیتا ہے کہ ہم مسئلہ
ملازمت قسم اول و دوم کو صرف اس خیال سے کہ ان مین معصیت کا قریب یا بعید امکان
و احتمال ہے مشتبہ قرار دیکر ناجائز کہین اور لوگون کو اس سے اجتناب کا حکم دین اور ان
اشغال حرفت و تجارت کو جو احتمال و امکان معصیت مین ان سے بڑہکر ہین مشتبہ نکہین

...ناجائز قرار دیتے ہیں یا یہ کہ ان سب اشغال کو ملازمت ہو خواہ حرفت و تجارت اُس
امکان و احتمال کی نظر سے یکسان ناجائز قرار دین اور ایسی احادیث کو تو شبہات سے استدلال

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (سورۂ صف)	کرین اور پہلا اپنا گذارہ انکی ترک کرین اور کسب و تجارت کی کمائی سے کرین اور ایسے آیۂ مشقولہ مذکورہ کے خلاف

...شاید یہ کوئی صاحب یہ سوال پیش کرین کہ اس قسم کے شبہات سے بچنے کو
...خارج از امکان قرار دیا ہے تو ان احادیث کا مطلب و محمل کیا ہے اور جن
مشبہات سے بچنے کا ان احادیث مین حکم ہے وہ کون سے شبہات ہین۔
اسکا جواب یہ ہے کہ امور مشتبہ جن سے اجتناب کا ان احادیث مین حکم ہے وہ
ہین جن مین حلت و حرمت دونو کا شبہ ہو اور دونو کے دلائل مساوی موجود
ہون اور کسی جانب حلت یا حرمت کے دلائل کو ترجیح نہ ہو۔ نہ وہ امور جنکی حلت
کھلے دلائل سے ثابت ہو اور حرمت صرف وہمی و امکانی ہو جسپر کوئی دلیل موجود نہین
عینی نے شرح بخاری مین کہا ہے "مشتبہ وہ ہے جو دو مختلف

مشتبهات جمع مشتبهة وهي التي تشبه طرفين متخالفين تشبه مرة هذا ومرة هذا (عینی شرح بخاری) وهي ليست بواضحة الحل والحرمة لا يعرفها إلا العلماء ولذلك تقع بأنهم شبهة حيث لا يظهر ليس ترجيح أحد الدليلين فالورع الاجتناب (شرح کرمانی)	جانب یعنے حلت و حرمت سے مشابہت رکھے کبھی اِس سے کبھی اُس سے"۔ **کرمانی** نے شرح بخاری مین کہا ہے جسکی حلت و حرمت واضح نہین اسکو علما ہی پہچانتے ہین اور کبھی انکو بھی اسمین شبہ رہتا ہے جہان

کسی دلیل حلت یا حرمت کو ترجیح نہین ہوتی اس لئے اس سے احتیاط کرنا ہی پرہیزگاری ہے
قسطلانی نے شرح بخاری مین کہا ہے کہ مشتبہات کی تفسیر مین

وحاصل ما فسر به العلماء الشبهات اربعة اشياء احدها تعارض الادلة ثانيها اختلاف العلماء وهي منتزعة من الاول ثالثها ان المراد بها مسمى المكروه لانه يجتذبه جانبا الفعل والترك (قسطلانی صـ [illegible] جلد ۲)

علماء نے چار چیزوں کو ذکر کیا ہے ایک یہ کہ ہیں دلائل کا تعارض ہو دوسری یہ کہ اوس میں علماء کا اختلاف ہو تیسری یہ کہ وہ مکروہ ہو جس میں کرنے نہ کرنے دونوں جانب کی کشش ہو چوتھی تفسیر خود مصنف نے کی ہے جو کہ اعتراض ہی کے سلسلہ میں کسی نے نقل نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں مشتبہ کی تفسیر میں چار مثالیں ذکر کی ہیں از انجملہ ایک یہ کہ عدی بن حاتم نے آنحضرت سے پوچھا کہ میں بسم اللہ پڑھ کر اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں پھر اس شکار پر ایک اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہ پڑھی تھی اور میں نہیں جانتا کہ اس شکار کو کس کتے نے پکڑا تھا اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شکار کو تو مت کھا تو نے اپنے کتے کو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی تھی نہ دوسرے پر۔

عن عدي بن حاتم قلت يا رسول الله ارسل كلبي واسمي فاجد معه على الصيد كلبا آخر لم اسم عليه ولا ادري ايهما اخذ قال لا تاكل انما سميت على كلبك ولم تسم على الآخر (بخاری صـ ۲۷۶)

ان تشریحات سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مشتبہ وہی چیز ہے جس کی حلت و حرمت پر متعارض دلائل قائم ہوں۔ نہ وہ چیز جس کی حلت بدلائل ثابت ہو اور حرمت پر بجز وہم و گمان و بلا دلیل احتمال و امکان کوئی دلیل نہ ہو۔

احادیث توقی شبہات میں ان ہی با دلیل مشتبہات سے اجتناب کا حکم ہے نہ

ان وہمیات امکانی سے اجتناب کیا۔

اُسپر ایک روشن و مسلم الثبوت دلیل ایک یہ ہی ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد اور زمانہ نزول وحی مین یہود اور مشرکین عرب کے اموال مین آمیزش خبث (سود و اموال غصب و غیرہ) کا اسی قسم کا امکان موجود تہا کیونکہ سود خوری رشوت ستانی لوٹ کہسوٹ ان کا شیوہ تہا مگر چونکہ ظاہری دلیل قبض و تسلط سے ہر کسیکا مال اسکا جائز ملک سمجہا جاتا تہا اور کسی خاص چیز کا خبث اوسوقت تک کہ کوئی خاص دلیل اوسپر قائم نہ ہو کہ وہ چوری کا مال ہے یا سود کا عوض معلوم نہ ہوتا تہا لہذا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امکان کا لحاظ نفرماتے ظاہری دلیل ملک پر اعتماد فرماکر یہود اور مشرکین عرب سے لین دین کرتے۔

صحیح بخاری مین حدیث ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیون سے غلہ

عن عائشة ان النبي صلعم اشترى من يهودي طعاما الى اجل وارهنه درعا من حديد (بخاری صفحہ ۳۰۰)	کہانے کو لیا اور اس کے عوض مین اپنی زرہ کو رہن رکھہ دیا۔

ایک حدیث مین ذکر ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک

ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها قال له النبي صلى الله عليه وسلم بيعا او عطية او قال ام هبة قال لا بل بيع فاشترى منه شاة – (بخاری صـ ۲۹۵)	سے بکری خریدی۔ انحضرت کے اس فعل سے بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ وہم و امکان سے کسی چیز کا مشتبہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے اجتناب ضروری ہے انہی دلائل کی نظر سے بعض

علما نے کہا ہے کہ جس شخص کے مال مین حلال و حرام دونون کا اختلاط ہو اسکے گہر سے کہانا منع نہیں ہے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ عین وہ مال جس کو وہ کہاتا

ہے حرام ہے۔

قسطلانی نے دوسری حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت

فيه جواز بيع الكافر واثبات ملكه
على ما في يده وجواز قبول الهدايا
منه واختلف في مبايعة من غالب
ماله الحرام وحجة من رخص فيه
بقوله صلى الله عليه وسلم للمشرك أبيعا
ام هبة وكان الحسن بن ابي الحسن
البصري لا يرى بأسا ان يأكل الرجل من طعام
العشار والصراف والعامل ويقول قد
احل الله تعالى طعام اليهود والنصارى
وقد اخبر ان اليهود اكالون للسحت
قال الحسن ما لم يعرفوا شيئا بعينه
وقال الشافعي لا احب مبايعة من
اكثر ماله ربا او كسبه من حرام فان
بويع لا يفسخ بيع (قسطلانی صـ ۱۱۳)

ہوتا ہے کہ کافر سے بیع و شراء کا معاملہ
جائز ہے۔ ایسے شخص سے جس کا اکثر مال حرام
ہو خرید و فروخت کرنے میں علماء کا
اختلاف ہے جو لوگ جائز سمجھتے ہیں
وہ اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں حسن
بن ابی الحسن سے یہ ثابت ہے کہ اگر
عشر لینے والے (یعنی جو لوگوں کے مال
کا دسواں حصہ ظلم سے وصول کرتے
ہیں) اور صراف (یعنی جو چاندی
سونے کی ناجائز بیع کرتے ہیں جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں عام دستور ہے) اور کار
گزار (یعنی جو لوگوں کا مال جبر سے زیادہ
خراج میں لیتے ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ
کے اکثر ٹھیکیدار اور تحصیلدار اور
نمبرداروں کے چپراسی اور چوکیدار کے ظلم سے وصول کرتے ہیں) کے گھر کا مال بھی کھایا
تو کچھ ڈر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں اور نصرانیوں کے کھانے وغیرہ دانوں کو
حلال کر دیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ لوگ حرام خور ہیں یعنی
رشوتیں لیتے ہیں اور سود کھاتے ہیں۔ حسن نے کہا کہ یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کسی خاص
چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ امام شافعی کہتے ہیں میں ایسے شخص سے جس کا

اکثر مال سود یا اور کسب حرام کا ہو اس معاملہ کو مین پسند نہین کرتا لیکن اگر کوئی معاملہ کر بھی لے تو وہ منع نہ کیا جائیگا۔"

ہمارے اس زمانہ مین جسقدر معاملات **ہنود و یہود اور عیسائی** تاجرون یا گورنمنٹ سے ہوتے ہین وہ سب مذہب جواز کے رو سے صحیح ہوسکتے ہین اس پر کوئی احتیاط کرنا چاہے اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کے مذہب پر عمل کرنے کی حرص رکھے تو یہ امر اسکے لئے قریب ہے۔ وہ کون سی ہندو یا **مسلمان یا عیسائی یا یہودی** کی دکان ہے یا کون سا بنک خزانہ ہے جسمین بلاواسطہ یا بالواسطہ سود کی آمیزش نہین ہے* ہان مذہب جواز اور اسکے دلائل و متمسکات کے مقابلہ مین کوئی شخص یہ

عن وفدهو بن جنیح قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن كسب الامة حتى يعلم من اين هو (ابوداؤد ص ۱۳۰ جلد ۲)

حدیث ابوداؤد کی پیش کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ کی کمائی کی استعمال سے منع کیا ہے جب تک معلوم ہو کہ وہ کہان سے لائی ہے "۔ اس مخصوص سے اجتناب واجب نہ ہوتا تو یہ حکم کیون ہوتا اسکا **جواب** یہ ہے کہ اس حدیث مین ایک ایسی قوم کی کمائی کا حکم بیان ہوا ہے جو غالباً بجز بدکاری کرنی اور پیشہ نہین کرتی اُنکی کمائی سببی زنا وغیرہ حرام پیشہ کی ہے نہ حرام و حلال سے مخلوط چنانچہ اس زمانہ مین بھی اب یہی دیکھا جاتا ہے کہ کسبیون کی کمائی صرف زنا یا ناچ کی ہوتی ہے اس کے سوا وہ کوئی کسب نہین کرتیں بجز اس حالت کے کہ ضعیف ہون اور زنا کرانے کے لائق نہ ہین ایسی کمائی سے

* یہ آمیزش سود کی بصورت ہے کہ مسلمان خود سود نہین لیتے تمام لوگون سے معاملہ کرتے ہین جنکا روپیہ آمیزش سود سے خالی نہین ہے۔ اور نہین تو سرکاری خزانہ یا بنک سے (جو روپیہ کی کان ہے) یہ آمیزش ہو جاتی ہے۔

اجتناب بہ احتیاط ہے نہ کہ قطعی دری ہے ۔ اگر شبہ پر عمل یقینی ممکن ہے تو یہی حکم وعال
ہے اون لوگون کی کمائی کا جو چوری کرتے ہیں شراب بیچتے ہیں مگانے بجانے کا پیشہ
کرتے ہیں اور بجز ان کاموں کے اور کچھ نہیں کرتے جس سے اگر کچھ آمدنی ہو ۔
ایسی کمائی سے اجتناب کا حکم یہود و نصاریٰ وغیرہ کے مال مخلوط سے معاملے کے جواز کا
مخالف نہیں ہے ۔

اس حدیث ابو داؤد کے بھی یہ معنے متعین و متحقق ہو گئے کہ جو احادیث اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں جو یہود وغیرہ حربی کے ساتھ رہا ہے ۔ تعارض و
تناقض نہ ہو ۔

اس بحث کی تفصیل سے یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ مسئلہ قسم اول و دوم میں معصیت
کا قریب یا بعید ہونا اس کے لحاظ نہیں ہے اور نہ امکان و احتمال ان اشغال کو بلکہ مقتضی
و ناجائز و لغو یا اول قسم دوم ملازمت میں داخل نہیں کرتا اور چونکہ اول کی کرنے
میں ذمہ لگا اور ہر درست معصیت کا وجود ضروری ہے لہذا وہ تمام امور قسم اول و دوم
ملازمت میں داخل ہیں ۔ ان اشغال میں معصیت ہوگی تو خاص اس امر کا کام
میں ہوگی جو معصیت ہو اور خاص سے وقت جب وہ کام کسی سے سرزد ہوگا ۔ اس
الا یہ کہ نادر یا وہ مسلم و غیرہ کے کام سے ... ناجائز و گناہ نہیں
ہو سکتی ہے

اب یہ ہی ... قسم ... ملازمت ... مخالف اور موافق دونو
قسم کے کام کرنے پڑتے ہیں مثلاً اگر شرع کے موافق امانت و ہبہ و طلاق کا
حکم بھی جاری کرنا اور سود کی ڈگری بھی دینا اور ازمنی کا آبی خراج ہی وصول
کرنا شراب کی آمدنی بھی جمع کرنا) یہ قسم ملازمت مشتبہ ہے اور مشتبہ کی تعریف
جو اوپر مذکور ہوئی ہے بیشک اس پہ صادق آتی ہے ۔ اور احادیث تو فی شبہات

تو ان شبہات بیشک اس قسم سے مانع ہین اور ورع اور تقوی اسی مین ہے کہ اس قسم سے اجتناب
کرین مگر یہ سب کچھ (اس قسم کو مشتبہ کہنا اور احادیث مذکورہ بالا کے لحاظ اس قسم کو
واجب الاحتراز سمجھنا اور اس سے اجتناب کرنا) ان لوگون کا کام اور انہی کو زیبا ہے
جو اس قسم کی یا اس سے بڑھکر اور مشاغل و مکاسب و تعلقات دنیاوی نہ رکھتے ہون
اور اگر وہ دنیاوی کام ایسے بھی کرتے ہون جو اس قسم کے برابر یا ان سے بڑھکر
مشتبہات بلکہ محرمات پر مشتمل ہون ۔ یا وہ خود تو ایسے اشغال سے مجتنب ہون مگر ایسے
اشغال کی کمائی شیر مادر کی طرح غٹ غٹ کرکے نوش جان فرماتے ہون اور خاص
اس قسم کی ملازمت والون (تحصیلدارون مجسٹریٹون منصفون) کا سوال پر پیچھا کرتے ہون اور انکے تعلقات
دنیاوی اور بہت ایسے ہون جنمین وہ رات دن مکروہات و مشتبہات مین مبتلا ہون تو انکا اس قسم کو مشتبہ کہنا
اور تورعاً و تدیناً اس سے پرہیز کرنا ہرگز زیبا نہین ہے اور اس مثل عربی کا مصداق ہے

فر من المطر و قام تحت المیزاب

جسکا مطلب یہ ہے کہ مینہ سے بھاگا اور پرنالہ
کے نیچے کھڑا ہوا ۔ اور ان کو ان ظالمون اور احمقون کے اس فعل و قول کا ہمرنگ ہے
کہ انہون نے حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو تو قتل کیا پھر کسی نے یہ مسئلہ
پوچھا کہ محرم کو مچھر مارنے کا کیا حکم ہے ۔

ان حضرات کو ہماری اس تمثیل یا تنقید مین شاید شک ہو اور اس وجہ سے انکو
ہماری بیان پر طیش اور جوش پیدا ہو ۔ اس شک کو دفع اور اس جوش کو فرو کرنے
کی غرض سے ہم اس موقع مین انکے اشغال و حال کی کسیقدر تشریح کرتے اور یہ
ثابت کر دکھلاتے ہین کہ اس قسم سوم کے ملازم (تحصیلدار مجسٹریٹ منصف جو
خدا ترس و متدین ہین اور بجز ان گناہون کے جو ان نوکریون کے سر بندھے ہین اور گناہون پر
وہ مصر نہین جیسے کہ یہ حضرات ہین) ان حضرات سے ہر درجہ بہتر ہین اور انکی نوکریان
ان حضرات کے اشغال سے امید ہے کہ گناہ مین کمتر ان سب اشغال سے ہم ایک ایسے

شغل کی تفصیل کرتے ہین جو تمام دنیا کے اشغال سے بہتر سمجہا جاتا ہے - اور درحقیقت اس شغل کے مشتغلین کا حال سب سے بدتر ہے - وہ علمی شغل درس و تالیف و تصنیف جو امت محمدیہ کے ایک منتخب اور مقدس گروہ علمار کا شغل ہے -

ہم یہ نہین کہتے علما سب ہی برے ہین اور وہ اس شغل مین یکسان برائیون کے مرتکب ہوتے ہین - حاشا و کلا -

علما مین ایسے لوگ بہی ہو چکے اور انکے موجود ہین - جو ورثۃ الانبیا کہلانے کے مستحق ہین - وہ جب طلب علم مین کسی رستہ چلتے ہین تو ان کے لیے جنت کی طرف راہ آسان کی جاتی ہے - وہ جب کسی مسجد یا مدرسہ مین بیٹہکر علم مین مشتغل ہوتے ہین تو انپر خدا تعالے کی طرف سے طمانیت و رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے انکے ادگرد جگہہ پا بندہ لیتے ہین آن کے لیے آسمان و زمین مین سبہی چیزین یہانتک کہ پانی مین مچہلیان خدا تعالے سے بخشش مانگتی ہین - وہ امت محمدیہ مین وہ کام کر رہے ہین جو بنی اسرائیل مین انبیار کرتے تہے وہ نہ ہوتے تو دین کا خاتمہ ہو جاتا - جب کہ نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہتا - مگر ایسے علما ورثۃ الانبیار کی تعداد متاخر زمانون اور خاص ہمارے اس زمانہ مین اس قلت کو پہونچ گئی ہے کہ ہم انکو ایک ہاتہہ کی انگلیون پہ شمار کر سکتے ہین -

مقابلہ مین اکثر وہ لوگ جو علما اور دین کے پیشوا کہلاتے ہین ایسے ہین جنکی برائی کی حدیث ذیل مین پیشین گوئی ہو چکی ہے -(۱) جنکا سب سے پہلے قیامت کے دن

قال رسول اللہ اول الناس یقضی علیہ یوم القیمۃ + رجل تعلم العلم وعلمہ وقرأ القران فاتی بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرات فیک القران	مقدمہ پیش ہوگا ان مین ایک شخص یہی ہوگا جس نے علم پڑہا ورپڑہایا اور قرآن پڑہا اسکو خدا تعالے اپنا احسان جتا کر پوچہے گا کہ تونے اسکے شکریہ مین)

(۱) یہ احادیث یازدہ گانہ مشکوۃ مین بہی منقول ہین صفحہ (۲۵) لغایت (۳۱)

قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال إنك عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم أمر به فسحب على وجهه حتى ألقي في النار * * * * (رواه مسلم)

کیا کام کیا وہ کہیگا مین نے علم پڑھا اور پڑھایا اور تیری راہ مین قرآن پڑھا خدا تعالی اوسپر یہ حکم لگائیگا کہ یہہ تو نے جہوٹ کہا ہے تو نے علم اسلیے پڑھا اور پڑھایا ہے کہ لوگ تجہے مولوی صاحب کہین قرآن اس لیے پڑھا ہے کہ لوگ قاری صاحب کہین سو دنیا مین کہہ دیا (یعنے تو نے اسلام کا بدلا پا لیا) پہر حکم ہوگا تو اسکو مونہہ کے بل گہسٹ کر آگ مین ڈالا جائیگا۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فأفتوا بغير علم فضلوا وأضلوا

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی (قیامت کے قریب) علم کو اس طرح قبض کرے گا کہ علما کی جان نکال لے گا یہان تک کہ جب کسی عالم کو نہ چہوڑے گا تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار (پیشوا) بنالین گے پہر ان ہی جاہلون سے وہ لوگ مسائل پوچہینگے تو وہ بے علمی سے فتوی دین گے۔ خود گمراہ ہون گے اور لوگون کو گمراہ کرین گے۔

عن كعب بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم ليجاري به العلماء أو ليماري به السفهاء أو يصرف به وجوه الناس إليه أدخله الله النار

(۳) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص علم اس نیت سے پڑہے کہ وہ دوسرے علما کا مقابلہ کرے یا جاہلون سے جہگڑا کرے یا لوگون کے مونہہ اپنی طرف پہیرے یعنے متوجہ کرے تو اسکو خدا تعالی آگ مین ڈالیگا

عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه

(۴) اور فرمایا جو شخص ایسا علم جس سے خدا کی رضا اور ثواب

الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد
عرف الجنة یوم القیمة یعنی ریحها
(رواه احمد) عن ابن عباس قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من
قال فی القرآن برایه فلیتبوأ مقعده
من النار عن عوف بن مالک
الاشجعی قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لا یقص الا امیر او مامور
او مختال (رواه ابو داؤد) عن
ابی هریرة قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان
اثمه علی من افتاه ومن اشار علی
اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره
فقد خانه (رواه ابو داؤد) عن
الاحوص قال سال رجل النبی صلی الله علیه
وسلم عن الشر قال لا تسئلونی عن الشر وسلو
عن الخیر یقولها ثلثا ثم قال الا ان شر الشر
شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء
(رواه الدارمی) عن علی قال قال رسو
الله صلی الله علیه وسلم یوشک ان یاتی
علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه

حاصل کیا جاتا ہے صرف اس غرض سے پڑہے ہے
کہ وہ اس سے دنیا کماوے وہ بہشت کی
خوشبو نہ پاویگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا
ہے جو شخص قرآن مین اپنی راے سے
(یعنی جو دلائل شرعیہ سے مستند نہ ہو) کچھ
کہے وہ اپنا ٹہکانا آگ مین بناوے اور آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے وعظ یا تو وہ شخص کہتا ہے جو
کسی قوم کا امیر (یعنی سردار و پیشوا) ہوتا ہے
اور وہ جسکو کوئی (امیر یا قوم) مامور کرے یا
وہ جو ریاکار ہو (یعنی جو شخص نہ تو خود امیر
اور نہ مامور اور پہر وعظ کہے تو وہ ریاکار
اور متکبر ہے جو اپنی مشیخت جتانا چاہتا ہے)
اور فرمایا جسکو کوئی بے علم فتوی دے
اسکا گناہ فتوے دینیوالے پر ہے اور جو اپنے
بہائی کو ایسی بات کا مشورہ دے جس کے
خلاف مین اوسکی بہتری سمجہے وہ خائن ہے
اور فرمایا ہے سب برون سے بدتر برے
علما ہین ۔ اور سب اچہون سے اچہے اچہے
علماء ۔ اور آپنے فرمایا ہے لوگون پر
ایسا زمانہ قریب آنیوالا ہے کہ اس مین اسلام
سے بجز نام باقی نرہیگا اور نہ قرآن سے بجز حروف

ولا يبقى من القرآن الا رسمه مساجدهم
عامرة وهي خراب من الهدى علماؤهم
شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج
الفتنة وفيهم تعود (رواه البيهقي)
عن زياد بن لبيد قال ذكر
النبي صلى الله عليه وسلم شيئا فقال
ذاك عند اوان ذهاب العلم قلت يا
رسول الله وكيف يذهب العلم ونحن
نقرأ القرآن ونقرئه ابناءنا ويقرئه
ابناؤنا ابناءهم الى يوم القيامة فقال
ثكلتك امك زياد ان كنت لاراك
من افقه رجل بالمدينة اوليس هذه اليهود
والنصارى يقرؤن التورٰة والانجيل
لا يعملون بشيء مما فيهما (رواه احمد)
عن سفيان ان عمر بن الخطاب قال
لكعب من ارباب العلم قال الذين يعملون
بما يعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب
العلماء قال الطمع (رواه الدارمي)
عن زياد بن حدير قال قال لي عمر هل
تعرف ما يهدم الاسلام قال قلت لا قال
يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب

انکی مسجدین آباد ہونگی (یعنی فرشون
جہاڑون اور لیمپون سے) اور وہ ہدایت سے اجاڑ
ہونگی - اسکے علما بتمام لوگون سے جو زیر آسمان
ہین بدتر ہونگے انہی سے فتنے
فساد اٹھینگے اور انہین مین پھر جا پڑینگے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
کسی امر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ اسوقت
ہوگا جب علم اٹھ جاویگا - زیاد بن لبید
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ علم کیونکر
اٹھ جاوے گا جب ہم اپنے لڑکون
کو قرآن پڑھا دینگے اور وہ اپنے
لڑکون کو اسیطرح قیامت تک سلسلہ
جاری رہے گا آپنے فرمایا کہ کیا یہود
ونصاری توریۃ وانجیل نہین پڑھتے
مگر وہ انپر عمل نہین کرتے تو گویا یہ علم ان
مین سے اٹھ گیا حضرت عمر
فاروق نے کعب احبار سے پوچھا اہل علم
کون لوگ ہین - انہون نے فرمایا وہ لوگ
ہین جو اپنے علم پر عمل کرتے ہین فرمایا
علما کے دل سے علم کو کون سی چیز نکالتی
ہے انہون نے کہا طمع اور اپنے

وحکم الائمۃ المضلین (رواہ الدارمی) کلہا فی مشکوٰۃ صفحہ ۲۵ الی ۳۰)	زیاد بن حدیر کو فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے - اسلام کو کونسی چیز ڈھاتی ہے - انہون

نے کہا مین نہین جانتا - پہر آپنے فرمایا عالم کا پہسل جانا اور منافقون کا کتاب اللہ مین جہگڑنا - اور گمراہ پیشواؤن کا حکم - یہ آفات جنکا احادیث مذکورہ بالا مین ذکر ہے (ریاکاری - بے علمی کے ساتہہ فتوی دہی - مفاخرت وجاہ طلبی طمع مال - دین فروشی - خودرائی - خیال نام آوری - فتنہ پردازی - ترک عمل وغیرہ -) اس وقت سب کی سب ان حضرات مین موجود ہین - اور ان کی تدریس تالیف وعظ وافتا - ان آفات سے خالی نہین ہین جو لوگ پڑہانے کا شغل رکہتے ہین دو شب و روز تفاخر و تعلی مین بسر کررہے ہین - یہہ کہنا ان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ فلان شخص کیا جانتا ہے اور اسکو آتا ہی کیا ہے - اسنے کچہ نہین پڑہا اور ہمنے اسقدر پڑہا ہے اور فلان فلان شخص کو فارغ التحصیل کردیا - اسکی یہ غلطی پکڑی اوسنے ہمارے سامنے کتاب کہولی - وعلی ہذا القیاس -

جو لوگ تالیف مین مصروف ہین وہ یہ تعلی و تفاخر بذریعہ تحریر کررہے ہین - اور اپنے مخالفون کی تحقیر و تذلیل مین اس حد تک پہنچ گئے ہین کہ عام بازاریون کیطرح اسکو مغلظات فحش سے یاد کرتے ہین - ہم بڑے بڑے مستند اور مقدس کہلانیوالون کی کتابون مین کلمات فحش لکہے ہوئے دیکہہ رہے ہین - اور سب یہ سخت متعجب ہین - اپنی تالیف مین مخالفین مذہب (اصولی ہون خواہ فروعی) کیطرف متوجہ ہوتے ہین تو اوس مین وہ مخالف کے اکابر مذہب کو گالیان دیتے ہین اور اسکے مقابلہ مین اپنے اکابر مذہب کے حق مین گالیان سنتے ہین - اور اس باب مین اپنے مذہب کی اس ہدایت کا کہ تم لوگون کے خیالی

لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ	معبودون کو گالی مت دو وہ تمہارے

ونیبوا اللہ عدوا بغیر علم (سورۃ انعام ع۱۳) حقیقی معبود کو گالیان دینے لگے کچھ پروا نہین کرتے۔

اس **مرض** مین وہ لوگ بھی مبتلا ہین جو بنی اسرائیل مین روحانی کہلاتے ہین۔ اس تالیف مین ایک **علامت** قیامت یہ بھی برپا ہو رہی ہے کہ جو لوگ صرف کا ایک حرف نہین پڑھے نحو کا ایک مسئلہ کسی کی زبان سے بھی نہین سنے۔ عربی کلام کا ایک جملہ اگر اوس پر زیر زبر نہ لکھی ہون صحیح نہین پڑھ سکتے وہ صرف اردو مترجم کتب حدیث یا اردو منہ مین علماء دیکھہ کر رسائل دین مین کتابین تالیف کرتے ہین۔ اور ان مین نہ صرف ترجمہ حدیث و کلام علماء کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔ بلکہ اپنی طرف سے راے زنی بھی کرتے ہین۔

اور اس علامت قیامت پر قیامت یہ نازل ہو رہی ہے کہ ان تالیفات کو وہ لوگ بھی پسند کرتے ہین جو علماء کہلاتے ہین۔ ہر چند ان کی غلطیون پر مطلع نہین ہوتے مطلع ہوتے ہین تو ان کا اظہار نہین کرتے اور بر جستہ ع من ترا حاجی بگویم تو مرا۔ ایک دوسرے کی تائید و توصیف کرتے رہتے ہین۔

اگر کوئی حق گو انصاف پژوہ ان اغلاط پر لوگون کو مطلع کرتا ہے تو مولفین بعلم اس کے دشمن بن جاتے ہین اور وہ نام کے علماء انکے حامی۔

فتوی دینے والون کا بھی یہی حال ہے اور پیشین گوئی نبوی جسکا حدیث نمبر ۲ مین ذکر ہے) پوری صادق آرہی ہے۔ علماء حقانی زیر زمین جا بسے ہین۔ اور جو ہین اون کو پوچھنے والے کم ہین۔ اکثر جاہلون سے انہی جہلا کا فتوی چلتا ہے۔ **بعضے** پڑھے لکھے مفتیون کا اس فتوے دینے مین یہ حال ہے کہ وہ تھوڑے سے طمع دنیاوی کے سبب ایک ہی دفعہ مین ایک ہی صورت پر دو شخصون کو مختلف فتوے دیتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کے فتوے عدالتون مین موجود ہین۔

جو وعظ کہنے والے ہیں تو ان سب سے بڑہکر تباہ حال ہے جو لوگ روٹی کمانے کا کچہ کام نہین
جانتے وہ دو چار فارسی بلکہ اردو بلکہ پنجابی زبان کے رسائل دیکہہ کر وعظ شروع
کر دیتے ہین اور جو دو چار صرف و نحو کے رسالے یا قرآن کا ترجمہ پڑہا ہو وہ تو ملک
الواعظین کہلاتا ہے۔

یہہ لوگ اس بے بضاعتی یا کم علمی کے ساتہہ صرف اپنی دیکہی یا سنی باتون
پر (جو اردو ترجمہ قرآن یا کلام علما مین دیکہی یا سنی ہون) اکتفا کرین تو انپر افسوس
و تعجب نہہو رونا تو اس پر ہے کہ ایک بات تو وہ دیکہی یا سنی ہوئی کہتے ہین اور
اسپر بیسیون باتین اپنے اجتہاد سے کہدیتے ہین۔

اور بعض حضرات یہ غضب کرتے ہین کہ شروع وعظ مین قرآن شریف کی
ایک آیت پڑہ لیتے ہین پہر اسکو چہوڑ کر خدا جانے کدہر چلے جاتے ہین جدہر
اس آیت کا رخ یا تعلق نہین ہوتا۔

ایک صاحب کسی آیۃ کے (جسمین وہابی کا نہ صریح ذکر ہو نہ ایما یا اشارہ) ذیل
مین وہابیون کا ذکر چہیڑ کر انپر یہ حکم لگاتے ہین کہ یہ شفاعت کے منکر ہین اولیاء اللہ
کے کافر انسے جہاد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔

ان کے مقابلہ مین دوسرے صاحب ایک اور آیت (جس مین نہ تقلید کی
بحث ہو نہ ترک تقلید کا ایما یا اشارہ) پڑہکر مقلدین کا ذکر لے بیٹہتے ہین اور انپر یہ حکم لگاتے
ہین کہ مقلدین سب کافر ہین جو بڑے ہین وہ بڑے کافر ہین اور چہوٹے چہوٹے
ان دونون کو مسجد مین کہڑا کر کے طلاق قسم دیکر پوچہین کہ ان آیات کو وہابی
یا بدعتی یا مقلد سے کوئی تعلق ہے۔ تو امید ہے کہ وہ انسے صاف انکار کرینگے
یہ کام تو وہ ہین جسکو وہ فرض منصبی سمجہتے ہین اور جو کام وہ ان وعظون کے ذریعہ سے
ناجائز اور اپنے فرض منصبی کے مخالف کرتے ان کی تفصیل ہم اس مقام مین نہین

نہین کرسکتے اس تفصیل کی جگہہ اس اجمال پر اکتفا کرتے ہین **شعر**

واعظان کین جلوہ گر محراب منبر میشوند ✤ چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند ✤

ان ہی **واعظون** ـ **مفتیون** ـ **مدرسون** اور **مؤلفون** کیطرف اس شعر مین اشارہ ہوا ہے **شعر** حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی ✤

دام تزویر مکن چون دگران قرآن را ـ

اور **ان ہی** کی حرکات مذکورہ بالا کی نسبت ہمنے **تحصیلداری** و **مجسٹریٹی** کو (جس مین کبھی امتحان شراب کی خدمت سپرد ہوتی ہے) ـ اور **منصفی** کو (جس مین کبھی سود کی ڈگری کرنی پڑتی ہے) بہتر کہا ہے اور ان حضرات کو تحصیلدارون منصفون سے بدتر قرار دیا ہے ـ

اس کمی وبیشی پر **دلیل** یہ ہے کہ خدا ترس متدین تحصیلدار و منصف تو جب خلاف شریعت کرتے ہین اسپر سخت نادم و متاسف ہوتے ہین اور **معہذا** اس خلاف کا ضرر و اثر ان کی ذات پر ہوتا ہے اور یہ مقدس حضرات جو **گناہ** کرتے ہین اسکو دین سمجھتے ہین اور اسپر بڑے فخر سے مصر رہتے ہین اور اسکا اثر تمام لوگون پر پڑتا ہے جو ان حضرات کی پیرو ہین ـ

یہ ایک **شغل** دنیاوی اور اسکے مشتغلین کا حال بیان ہوا ہے ایسا ہی دوسرے اشغال دنیاوی حرفت و تجارت اور ان کے مشتغلین کا حال سمجھنا چاہیے ان اشغال مین بہی اکثر لوگ **ممنوعات** و **مکروہات** سے نہین بچتے خیانت کرنے اور جہوٹ بولنے کو تو وہ ایک فرض منصبی سمجہ رہے ہین حتے کہ یہ باتین بطور ضرب المثل ان مین دائر و سائر ہین کہ "کسب کا چور سب کوئی ہے" اور "جہوٹ بولنے کے **بغیر دنیا یا دکان کا کام نہین چلتا**"

یہ دنیاوی کسبون اور کمائی کے ذریعون کا حال ہے اور اگر ہم دوسرے تعلقات

دنیاوی (نکاح - تربیت اولاد - وغیرہ) کی طرف خیال کرتے ہین تو ان مین بھی ہم
اکثر لوگون کو اسی قسم کے محرمات و ممنوعات کا مرتکب دیکھتے ہین - بیوی - میان
کی نافرمانی کرتی ہے - وہ اسکی حق تلفی - والدین اولاد کے سبب صدہا گناہون
اور بدرسمون کے (موقع تولد - وغیرہ - شادی و غمی پر) مرتکب ہوتے ہین وہ
انکی نافرمانی و سرکشی کے - ان امور کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے - نہ گنجایش مقام
ان اشغال و تعلقات کے لوگون کو سب زیادہ مناسب ہے کہ مجسٹریٹی و منصفی
وغیرہ اشغال قسم سوم کو صرف بعض امور خلاف شریعت پیش آنیکے سبب
مشتبہ و مکروہ کہین اور اس سے پرہیز کرین یا ایسے لوگون کو پرہیز کا حکم دین - یہ منصب
ہے تو صرف ان لوگون کا ہے جو متقی و پرہیزگار ہون - نہ خود اس قسم کے اشغال
رکھتے ہون اور نہ ان اشغال کے لوگون کی کمائی کہاتے ہون - اب ہمارے
اخوان دین خود عذر و انصاف سے دیکھکر کہین کہ ایسے لوگ دنیا مین کس قدر ہین
اور یہ دعوی کس کس مونہہ سے نکلنا مناسب ہے - **شیطان** اول تو تمام
بنی آدم کا دشمن ہے اور مسلمانون کے حال پر تو آجکل اس کی خاص نظر عنایت
ہے نیکیون کے لباس مین آنا بھی اُسکا کام ہے جیسا کہ بدیون کیطرف بلانا - وہ
نیک بخت و دیندار (اگر نادانقف یا کم علم) مسلمانون کو نیکیون کی دام مین پھنساتا
اور اس طرح بہکاتا ہے کہ تحصیلداری یا منصفی مین کبھی نہ کبھی خدا تعالے کے حکم
کا خلاف کرنا پڑے گا جسکو خدا نے کفر و ظلم و فسق کہا ہے - یہ نوکری ہرگز نہ کرنا
مسجد مین بیٹھکر خدا کی یاد یا شغل علمی مین لگے رہنا یا کوئی دنیاوی غریبانہ کام جوتی
سینے یا کپڑ بننے کا کرنا - اور جب مسجد مین بیجا کر دو ان سے اسقدر حکم خدا کا خلاف
کراتا ہے کہ تحصیلدارون منصفون سے اسکا عشر عشیر نہین ہوتا اور ہو جی جوان
بنا کر چوری کرنا جھوٹ بولنا سکھاتا ہے اور علاوہ بر ان وہ بیشمار گناہ کراتا ہے جو

جو فلاکت و افلاس کو لازم ہین اور یہ ہوئے بہانے مسلمان اسکو اس فریب شداید کو سمجھ نہین سکتے۔

اس معارضانہ بیان پر شاید اب یہ آخری دو اعتراض وارد ہون۔ **اول** یہ کہ یہ مضمون ملازمت **قسم دوم** مسلمانون کے لیے لکھا گیا ہے (جنکو پابند احکام اسلام تسلیم کیا گیا ہے) مسلمانان **قسم اول** سے (جو پابند نہین ہین) تو اسمین خطاب ہی نہین پہران پابندون کے مقابلہ (معارضہ مین یہ کہنا کہ تمہارے دنیاوی اشغال و تعلقات مین ایسے گناہ ہوتے ہین جو تحصیلداری وغیرہ کے گناہون کے برابر یا بڑہکر ہین۔ کیونکر صحیح ہے۔

اعتراض دوم ان اشغال و تعلقات دنیاوی مین جنکو تمنے آمیزش گناہ مین تحصیلداری و منصفی کے برابر یا بڑہکر کہا ہے **ایک فرق** تو یہ ہے کہ ان کامون مین اگر کوئی چاہے تو گناہ سے بچنا ممکن اور اسکا اختیاری امر ہے چنانچہ بعض اشخاص کا بچا رہنا تمنے بہی مان لیا ہے بخلاف **تحصیلداری و مجسٹریٹی** کے کہ ان مین **شریعت** کے خلاف سے بچنا ممکن ہی نہین اور تحصیلدار کو قانون کے خلاف کا اختیار ہی نہین ہے **دوسرا فرق** یہ کہ ان اشغال و تعلقات کے گناہون کا شریعت مین کفارہ بہی آچکا ہے۔

تجارت مین جو لغو اور جہوٹ بولا جاتا ہے اسکا کفارہ صدقہ ہے چنانچہ

عن قیس بن ابی غرزة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا معشر التجار ان البيع يحضره اللغو والحلف فشوبوه بالصدقة (رواه ابو داود وغيره) **عن** النبي صلى الله عليه وسلم قال فتنة الرجل في اهله وماله وولده وجاره تكفرها الصلوة والصوم و

ابوداؤد کی حدیث مین آیا ہے **خانہ داری** کے مکروہات و گناہون کا کفارہ نماز و صدقہ اور اچھی باتون کا لوگون کو حکم دینا ہے بری باتون سے روکنا چنانچہ بخاری کی حدیث مین آیا ہے۔

عن ابن مسعود ان رجلا اصاب من امرأة قبلة فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فاخبره فانزل الله تعالى اقم الصلوة طرفي النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيئات فقال الرجل الي هذا قال لجميع امتي كلهم بخاری ص ۷۵	یعنی شغل کے گناہوں کا کفارہ نماز وغیرہ حسنات ہیں جنکا کفارہ ہونا قول خداوندی مفصل حاشیہ میں اور بخاری کی حدیث میں موجود ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا اس قصور کا اعتراف آنحضرت کے پاس کیا تو یہ قول خداوندی نازل ہوا۔

یہ کفارہ مجسٹریٹوں و منصفوں کے گناہوں کے لیے کہاں آیا ہے۔

ان اعتراضوں کے جواب

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر وہی مسلمان جو نماز و روزہ کے پابند ہیں اور سود و رشوت و شراب خواری وغیرہ محرمات سے مجتنب اپنی کسب و تجارت وغیرہ دنیاوی اشغال میں ان مکروہات و ممنوعات کے مرتکب ہیں۔ اور باوجود اسکے پیروی شریعت اور دیدہ دانستہ اسکا خلاف نہ کرنے کا دعوی ہے (جسکی نظیر انکو پابند تسلیم کیا ہے) لہذا اس معارضہ بالالزام کے لائق وہی لوگ ہیں نہ زانی و شراب خوار۔ کون کہتا ہے کہ تمہاری بیع میں یہ مکروہات واقع ہوتے ہیں پر تمہاری سب بیع بے گناہ۔

دوسرے اعتراض کا جواب اکثر مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھا جاتا ہے تو اگر تعلقات و اشغال دنیاوی میں گناہوں کو بچنا صرف عقلاً ممکن ہے عملاً و عادۃً تو وہ محال نظر آتا ہے اور یہ امکان عقلی منصفوں اور مجسٹریٹوں کی نوکریوں میں بھی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ **مسلمان** منصف سود کی ڈگری نہ دے جب کبھی سود کا مقدمہ پیش آوے تو مقدمہ میں مدعی و مدعا علیہ میں کسی بالمقطع رقم پر بلا حساب سود مصالحت کرا دے کہ تصفیہ کے لیے ممکن ہے کہ شراب کی آمدنی وہ خود وصول اور جمع نہ کرے اسکا کوئی نائب غیر مسلم

اپنے اس اختیار سے جو گورنمنٹ کی طرف سے اسکو حاصل ہے خود ہی یہ کام کرلے
مجسٹریٹ مسلمان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ شراب کے امتحان پر مامور نہ ہو یہ خدمت
کسی دوسرے کے سپرد ہو جیسا کہ پنجاب میں دستور ہے وعلیٰ ہذا القیاس ۔
یہ امکان **عقلی** بعض اشخاص میں **عملی** طور پر بھی پایا گیا ہے - **ایک** مسلمان
منصف کا حال ہمنے سنا ہے کہ اس نے تمام مدت ملازمت میں کبھی سود کی ڈگری نہیں
دی اس بیان سے فرق اول دور ہوا - **دوسرا فرق** محض غلط ہے - اور صدقات
وغیرہ حسنات جیسے کہ تجارت، خانہ داری، اور شغل علمی کے لیے کفارہ ہیں - ویسے ہی منصفی
ومجسٹریٹی، تحصیلداری کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتی ہیں - اور قول خداوندی جو
منقول ہوا اپنے عموم کے سبب ان لوگوں کے حق میں بھی شامل ہے نہیں کسی کو مجال انکار
نہیں ہے -
کیا ایک تاجر کو جھوٹ بولنے اور ایک مولوی صاحب کے ریا کرنے - اور ایک واعظ کے
خاص اثنا وعظ میں پرائی عورت کو گھورنے کا نماز و روزہ و صدقہ کفارہ ہوگا
اور ایک خدا ترس اور متدین **منصف و ڈسٹرکٹ اسسٹنٹ کمشنر کے یا**
مجسٹریٹ کو اس گناہ کے کہ انہوں نے کسی مقدمہ میں شریعت کا خلاف کیا انکا صدقہ جو
خیرات خود مولوی صاحبان کی نسبت تجویز کرتے ہیں یا نماز و روزہ کفارہ نہوگا -
منصفوں اور مجسٹریٹوں کا کفارہ خوب یہ عمل بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فیصلجات میں
زیادہ تر شریعت کا اتباع ملحوظ رکھیں - اور لوگوں کو انکا حق پہنچا دیں اور ان کا جو
ظلم جو خلاف شریعت اور حق تلفی مخلوق
سے متصور ہے کم ہو - اس کفارہ کا ذکر

قال صلعم من طلب قضاء المسلمين حتى يناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله

* ڈپٹی فیض الحسن صاحب گلشن ہند سے ہیں کہ جو ڈیڑھ سو یا ہزار روپیہ ماہواری کی آتا تھا وہ سبھی غریبوں بیواؤں
نادار یتیموں میں صرف کیا جاتا تھا معتمد مولوی صاحب ہر گناہوں پر زار زار روتے تھے -

فائدہ المنار (ابوداؤد صفحہ ۱۲۴ جلد ۲) | ابوداؤد کی حدیث منقولہ حاشیہ میں موجود

ہے۔ اور یہ کفارہ ان کے لیے ان کفارات (صوم صلوٰۃ وغیرہ حسنات) سے (جنمیں وہ اور لوگوں کے شریک ہیں) علاوہ احسان و انعام خداوندی ہے۔ **ان جوابات** کو ہمارے دیندار بھائی انصاف سے پڑھیں گے۔ تو امید ہے کہ ان اعتراضات کو واپس لینگے۔ اور اپنے اکثر اشغال و تعلقات دنیاوی کو جنمیں جمہور مدعیان دینداری و پرہیزگاری مشغول ہیں۔ اس قسم کی نوکریوں پر ترجیح نہ دینگے اور ان میں اور ان میں کچھ فرق نہ کریں گے۔

بالجملہ اشغال قسم سوم ملازمت مشتبہ ہیں۔ اور انکا حکم کراہت ہے۔ متقی پرہیزگار جو اس قسم کے دوسرے مکروہات سے محترز ہیں ان سے مجتنب رہیں۔ اور جو ان سے بڑھکر منکرات میں مستغرق و منہمک ہیں **مع ذلک** افلاس و فلاکت سے ذلیل ہو رہے ہیں وہ ان ذلیل مکروہات کی جگہہ ان ملازمتوں کو اختیار کریں اور اُن کے ساتھہ عدل انصاف و تدین خداترسی کو اپنا شعار بنا دیں اور ان نوکریوں کے ذریعے جو ثروت اور شوکت حاصل ہو اس سے زاد آخرت مہیا کریں تو یہ ہم ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور اشغال قسم اول و دوم تو مشتبہ بھی نہیں چہ جائیکہ حرام ہوں۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور قسم دوم اہل اسلام سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو پڑھکر نوکریوں کی نسبت مطلق عدم جواز کے خیال کو بدل دیں ... دنیاوی حالت کی ترقی و اصلاح کرینگے۔ اور ان نوکریوں اور انکے وسائل اسباب کی تحصیل میں سرگرمی کے ساتھہ ساعی ہوں گے۔

واللہ الموفق للخیر والسداد